رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

آریہ سماج کا چوتھا نیم

آریوں کو ست (سچ) کے گرہن کرنے اور اَست (کذب) کے تیاگنے (ترک کرنے) میں سروداُدیت (مستعد) رہنا چاہیے

الہامی کلمہ

میں مسلمان ہو گیا

یعنی

اِختیارُ الاسلام

حصّہ سوئم

مُصنفہ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب مدرّس مدرسہ تعلیم الاسلام

قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

در مطبع انوار الاسلام واقع قادیان دار الامن والامان مطبوع گردید

اصل دلائل حقّہ ۔ اَنَا اللہ العلی الاعظم ۔۔ ۹۰۰۰ دفعہ

استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ ۔۔۔ ۹۰ دفعہ

فہرست مضامین

حصّہ سیوئم

آریہ سماج

کی توجہ کے لئے

جب انسان کی صحت مین فتور آجاتا ہے اور ہلاکت نزدیک ہوتی ہے تو جو کچھ اُسکے دل و دماغ مین ہوتا ہے اُسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

اختیار الاسلام حصہ سوم

سلسلہ کے لئے دیکھو حصہ دوم

تائیدات الٰہیہ

جہاں تک غور اور فکر سے کام لیا گیا آخر یہی قانون قدرت دنیا میں رائج معلوم ہوا کہ مالک کو مملوک سے اور مملوک کو مالک سے ایک خاص تعلق محبت اور ارادت ہوتی ہے یہ ایسا قانون ہے کہ ہم اسے نہ صرف بنی نوع انسان میں مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ یہ قانون ایسا ہے کہ ادنیٰ درجے کے حیوانوں سے لے کر بڑے بڑے درندوں اور وحشیوں تک اس کا سلسلہ اور دامن پھیلا ہوا ہے۔ اول ہم خدا تعالیٰ سے شروع کرتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ تمام لوگوں کی روحوں کا اللہ تعالےٰ سے ایک خاص اُنس اور محبت پائی جاتی ہے خواہ وہ کیسی ہی صفات ناقصہ اُس سے منسوب اور نامزد کرتے ہیں لیکن اس طرح تمام انسانوں کا مجموعی حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف جو جھکاؤ اور میلان ہے وہ ظاہر کر رہا ہے کہ درحقیقت روحوں اور پرمیشر میں ایک بڑا بھاری تعلق ہے۔ یا یوں کہو کہ روحوں پر بڑا بھاری احسان جناب الٰہی کا ہے جس کے

باعث ہر قوم و ملت کی روحیں بصد عجز و نیاز اس کی رضامندگی کی خواہاں ہیں۔
خواہ بوجہ بداعمالیوں کے اُن کے گھروں میں غضب الٰہی کے قہری نشان بھی اپنا کام
کر جاویں اور باقی سوائے دوچار رونیوالیوں کے اور کسی کو نہ چھوڑ جاویں پھر بھی
باقی ماندہ مجروح قلبوں میں وہ محبت اور رجوع بالکل انقطاع پذیر نہیں ہوتا پر کوئی
انسان دوسرے پر خواہ کیسے ہی احسانات اور کیسے ہی منن بارش کی طرح برسائے پھر
بھی اگر وہ انسانی محسن اپنے نعمت پروردہ کے گھر میں جاکر چند خون کرآدے پھر دفعۃً
انکی محبت کافور ہو جاتی ہے پس اس تمام بیان سے مراد یہ ہے کہ خداوند کریم نے
روحوں پر کوئی ایسا احسان کیا ہوا ہے کہ درحقیقت اگر کوئی آدمی کسی کو ساری دُنیا بھی
بخشدے تب بھی الٰہی انعامات کی کشش اور محبت کے برابر اس انسان کے
احسانات کا اثر ہرگز نہ ہوگا جب احسانات باری تعالےٰ کا یہ اثر اور قوت ہے تو ہمیں
بلا تکلّف یہ کہنا پڑتا ہے کہ پرمیشر نے کوئی ایسا احسان کیا ہوا ہے جو دنیا بھر کی ساری
نعمتوں اور آرائشوں سے بدرجہا بڑھ چڑھکر ہے سو وہ انعام یہی ہے کہ اس خدا لاشریک
نے ایک لاشریک احسان یہ کیا ہے کہ اس نے ان روحوں کو پیدا کیا اور عدم سے
وجود میں لایا جو کسی انسانی آقا کی اقتدار اور قدرت سے بالاتر ہے سبب اللہ تعالیٰ کا
ایسا احسان مخلوق پر ہے تو ضرور ہے کہ وہ اُن کی راہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں کوئی
نذیر و بشیر بھیجکر اپنے روحانی انعامات متواترہ اور عنایات متکاثرہ سے بہرہ ور کرے
چنانچہ اس کے بڑے عظیم الشان انعامات سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ایک ہدایت نامہ
دیتا ہے جس سے گم گشتگان راہ حق پھر ورطۂ ضلالت پُر ہلاکت سے نکلنا شروع
کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس جگہ اس امر پر غور کرنا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ
ہر ایک مالک کا اپنے مملوک سے اور ہر ایک باپ کا اپنے لخت جگر سے ایک ایسا
واسطہ اور گہرا تعلّق ہوتا ہے کہ وہ غیرت اور حمیت اور تائیدیں اور مہربانیاں جو اپنوں

سے کی جاتی رہیں دوسروں سے یعنی نافرمان غیروں سے نہیں کی جاتیں۔ خواہ وہ
مورد عنایت و رحمت نوکر ہو یا بیٹا ہو یا کوئی اور ایسی مخلوق ہو یا خدا کے بھگت
اور فرمانبردار عباد الرحمٰن ہوں بہرحال ان میں اور ان کے اغیار میں تمیز اور فرق ضرور
ہوتا ہے۔ پس اب ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ کیا درحقیقت جو حفاظت جو خدمت اور
عزت خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب کی کی ہے کسی اور کتاب کی بھی ہوئی ہے؟ توریت
اور زبور کی قدر و منزلت اُسی وقت تک رہی جبتک وہ بطور لخت جگر کے خدا کے
حضور میں ملحوظ خاطر رہی۔ اب کیا وید اور دیگر کتب کی ایسی حمیت اور حفاظت باریتعالےٰ
نے کی ہے یا نہیں کارلائل جو ایک بڑا فاضل انگریز مصنف گذرا ہے اُس نے صاف
الفاظ میں لکھا ہے "کہ جس عزت اور عظمت اور ایمان اور یقین سے اس کتاب کو
یعنی قرآن کریم کو تعدد کثیر مخلوق نے مانا ہے کسی اور کتاب کو یہ وقعت اور منزلت
نصیب نہیں ہوئی"۔ اب ہم بغور دیکھتے ہیں کہ ایک باپ چاہتا ہے کہ میرا لخت جگر
عزت اور جاہ و حشم میں ترقی کرے اور ہر ایک دانا مخدوم اپنے فرمانبردار خادم
کی بہتری اور نکوئی میں بدل خواہاں ہے مگر وید پر ایسی نحوست برستی معلوم ہوتی ہے
کہ جس جس زمانہ میں اس کا سراغ لگا دیں اُس اُس زمانہ میں اس کی ذلت اور اسکو
بدبودار آثار یعنی بت پرستی کا خمیر اُٹھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ سومنات اور جگناتھ
کی بُت پرستی اور پُرانے پنڈتوں کے اعمال و عقائد تو زبانزد خلائق ہو گئے ہیں
خود وید کا اس روشنی کے زمانہ میں بھی بالمشافہ باہر نہ نکلنا ایک اور طرح سے نحوست
اور زشت روئی کا مؤید ہو رہا ہے۔ کیا کسی کتاب کو کبھی یہ عزت بھی حاصل ہوئی
کہ قرآن کریم کی طرح ساری کی ساری نوک زبان ہو۔ اگر آج سب کتابیں دریا برد
ہو جائیں تب بھی قرآن کریم کا ایک شوشہ گم نہیں ہو سکتا۔ اور باقی کتب کا یہ حال
ہے کہ ستر کے قریب اناجیل پیش ہو رہی ہیں اور توریت اور انجیل دونوں کا اصل

صفحہ ہستی سے معدوم ہو گیا ہے اس کارروائی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا
اس قرآن سے ایک خاص کام لینے والا ہے اس لئے کہ اس کی اس قدر حفاظت
ہو رہی ہے۔ قانون قدرت اس امر پر شاہد ہے کہ جس چیز کی اشد ضرورت ہوتی
ہے نیچر اس کی حفاظت کے خاص خاص اسباب مہیا کر دیتی ہے۔ کیوں نہو ہر ایک
باپ اپنے فرمانبردار بچے کی خبر مناتا ہے اور ہر ایک مصنف اپنے نتائج طبع کا خاص لحاظ
اور نگہداشت کرتا ہے۔ مگر وید پر ایسا سماں آیا ہے کہ نہ معلوم کہ اس پردہ پوش کتاب میں
کیا کیا لنڈن کی مسٹریز یعنی اسرار لنڈن جمع ہیں۔ کہ یک لخت دنیا کے پیش نہیں
ہوتی اور بار بار وید کے بعض حصص کے ترجمے شائع ہوتے ہیں اور چند روز کے بعد
جب اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہوئی تو جھٹ پٹ اعلان شائع ہو جاتا ہے کہ
یہ ترجمہ مستند اور قابل وثوق نہیں اب اور طالبان حق کو فلاں ترجمہ کا انتظار کرنا
چاہیئے مگر چونکہ انسانی کلام کا ہمیشہ نقص اور عیوب سے پاک ہونا غیر ممکن ہے اسلئے
کچھ عرصہ بعد اس ایڈیشن کا بھی کھنڈن ہو جاتا ہے۔ ہزاروں برس ہوئے کہ اس کتاب
کی شرح لکھی گئی اور پرانوں اور منوّ کے دھرم شاستر میں ویدوں کی تشریح کی گئی
جبکہ لوگوں کی زبان سنسکرت تھی اور تمام آریہ ورت میں وید کا خوب چرچا تھا اور
راجا سے لیکر پرجا تک ویدوں کے قصے کہانیاں ورد زبان تھیں بوجہ ہندی سلطنت
ہونے کے سنسکرت کا زور تھا پر حیف ہے آجکل کے آریوں پر کہ یہ لوگ کہتے
ہیں کہ وید اُن لوگوں نے سمجھا ہی نہیں گویا وید صرف آجکل کے انگریزی خوان ہی
سمجھنے لگے ہیں مگر حق یہ ہے کہ ان میں سے ہزار میں سے بھی ایک وید خواں نہیں ہوتا
جسکو دیکھو اور جس سے وید کے مسائل پر استفسار کرو ہر ایک سے دلائل اور متضاد
ہوتے ہیں جسطرح دل نے گواہی دی وہی وید کی شرتی قرار دی جاتی ہے۔ خواہ وید کو
اُس کے دادے نے بھی نہ دیکھا ہو۔ برخلاف اس کے قرآن شریف کو دیکھو کہ یہ

نہ ہوگا کہ انجیل کی طرح الگ الگ نسخے ہوں اور نہ یہ ہوگا کہ وید کی طرح مستورات ہیں سے شمار کیا جاوے۔ بلکہ اس درجے کی حفاظت اذن الٰہی سے ہوئی ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے دنیا کے جس حصہ میں جاؤ چین میں جاؤ امریکہ میں جاؤ کہیں زبر زیر کا فرق نہ پاؤ گے کہیں سہو کاتب سے زبر کا فرق ہوگا تو فوراً قرآن کا حافظ بالفور غلطی درست کردے گا اس قدر خدا کو اس کتاب سے پیار ہے کہ اس کی لفظوں کی تعداد اور زیروں زبروں اور نقطوں کی گنتی اور شمار ہو چکا ہے اور جو مضامین اور علوم اس میں[1] بھرے پڑے ہیں اُنکا تو کیا ذکر صرف وہی جانے جو اس میں غور اور تدبر سے کام لے۔ درحقیقت جس طرح خدا تعالیٰ کو اپنی وحدانیت سے پیار ہے اسی طرح خدا نے اپنی کتاب کی بھی وہ عزت اور خدمت کروائی کہ اپنے مصنف کی طرح دنیا کی کتابوں میں وحدہٗ لاشریک اسے کہنا درست اور بجا ہے کسی کتاب کو یہ فخر حاصل نہیں کہ وہ از بر یاد ہوئی ہو اور لوگوں کے سینوں میں ہر وقت محفوظ رہے اور کسی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں کہ وہ اتنی دفعہ پڑھی گئی ہو لکھا ہے کہ بعض اکابر دین نے ستر ستر ہزار دفعہ اسے پڑھا ہے بھلا وید کو کسی نے ستر دفعہ بھی پڑھا ہے اگر پڑھا نہیں تو پھر یونہی کسی کے دم میں نہ آجانا چاہیئے انسان کو دیکھ کر قدم رکھنا چاہیئے چہ جائیکہ مذہب کا معاملہ ہو۔ یہ آریہ لوگوں کی نہایت چالاکی اور بیباکی ہے

حاشیہ

[1] علوم اور معانیات اس کتاب میں اس قدر مذکور ہیں کہ دنیا کی تمام اعلیٰ درجہ کی کتابوں کی تمام اعلیٰ خوبیاں اور نصائح اسمیں درج ہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ اس کتاب کے ذریعے سے ہی مرزا صاحب موصوف نے تمام ادیان باطلہ پر بمقام لاہور جلسہ دھرم مہوتسو میں کامل فتح پائی اور تمام دیگر کتب وید وغیرہ کی علوم روحانی غور ڈبڈ ہو گئی اگر آریہ صاحبان اپنی اس دعویٰ میں کہ وید علوم روحانیہ کا خزینہ اور دفینہ ہے اگر حق بجانب ہیں تو انہیں اس جلسہ میں اس دعویٰ کا علمی ثبوت پیش کرنا چاہیئے تھا اب بھی اگر طاقت ہے تو کریں مگر کون کرے

کہ وہ نہ تو خود سارا ترجمہ کر کے دیویں اور نہ دوسروں کا ترجمہ مانیں۔ اگر کوئی یورپین
سوسائٹی ترجمہ کرے تو بھی اس کو بوجہ کثرت اعتراض پڑنے کے یہ کہ دیتے ہیں
کہ وید ہر ایک کو کہاں آسکتا ہے۔ پس بہتر ہے جبتک کوئی اسے خود نہ سمجھ لے
یونہی ٹپر نہ مارے۔ مگر ناظرین و شائقین کو آریوں کی مایوسانہ تحریروں اور دور از
قیاس تاویلوں سے وید کی حقیقت اور ماہیت سے ناامید نہ ہو جانا چاہیئے۔ اگرچہ
آریوں نے وید کی حقیقت جلسہ دوم مہوتسو منعقدہ لاہور سنہ ۱۸۹۶ء میں بھی ظاہر نہیں کی
اور نہ اب مکمل ترجمہ کر سکے یا نہیں کرنا چاہتے تو بھی انکے بھائی ہندوؤں اور فاضل پنڈتوں
اور سنسکرت کے لائق ہندو پروفیسروں کی رائے جو وید پر انہوں نے بڑے وثوق
اور بصیرۃ قلبی سے دی ہے ہدیہ ناظرین کرنی از حد ضروری ہے۔

وید کی حقیقت اور قدیم آریوں کے مذہب کی حالت

ہر ایک فرد و بشر پر یہ امر مخفی نہ رہے کہ وید کے مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ مختلف زمانوں اور مختلف مقامات کے عام فہم ضروریات کے نتائج ہیں جو آریہ
لوگوں کو اپنی ابتدائی زندگی میں پیش آئی ہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ وسط ایشیا میں
بود و باش رکھتے تھے اُس وقت انکی ضروریات اور حاجتیں اور طرح کی تھیں اسلئے
اُنکی مناجاتیں اور دعائیں اول تو بہت کم تھیں اگر بعض تھیں تو صرف ایسی دعائیں
پائی جاتی ہیں جو ذاتیات سے تعلق رکھنے والی معلوم ہوتی ہیں اور اُس زمانہ میں چونکہ
ایسے حالات پیش افتادہ نہ تھے کہ شودروں اور برہمنوں اور ویشوں اور چھتریوں کے
الگ گروہ اور حدبندیاں ہوں۔ اسلئے اُنکے لئے الگ الگ قوانین اور مذہب کے
رسومات بھی الگ نہ تھے بلکہ یہ سب لوگ ایک ہی طرح کے خانہ بدوش تھے۔ لیکن جب

لوگ پنجاب وہندوستان میں وارد ہوئے۔ تو انکو مختلف ضروریات اور اقوام
سے واسطہ پڑا تو انکی مناجاتوں اور دعاؤں میں تغیر عظیم آگیا۔ اور ایسا ہی چاہیئے
تھا ہم دیکھتے ہیں کہ اُس وقت یہ لوگ ہر وقت بارش کے محتاج تھے سو بارش
کے لئے اکثر دعائیں مانگی گئی ہیں چنانچہ پنجاب میں موسمی بارش کی اشد ضرورت
محسوس ہؤا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں ایسی دعائیں بھی مانگی گئی ہیں جنمیں اپنے دشمنوں کی
تباہی مطلوب تھی۔ اور ہر ایک گھرانے کا سردار خود اپنی ذات اور لواحقین کیلئے
دعائیں کرتا اور مناجاتیں دیوتاؤں کی خدمت میں گایا کرتا تھا لیکن جب انہوں نے
رفتہ رفتہ ملک گیری کے لئے دندان طمع تیز کئے اور زیادہ زبردست راجاؤں سے
مقابلہ آن پڑا تو ان سرداروں کی جگہ مذہبی فرائض کی ادائیگی کیلئے ایک اور قوم یعنی
برہمن لوگ مقرر ہوئے۔ برہمنوں کے وجود جدید نے جو اوّل قطعاً نہ تھا۔ اس امر کو ظاہر
کر دیا ہے کہ زمانہ نے اُنکو اور نیز وید کی دعائیہ شرتیوں کو خود سکھایا اور اوّل اوّل
یہ مناجاتیں صدہا سال تک لوگوں کو یاد کرائی جاتی تھیں جیسا کہ اب بھی بعض پرانے
فیشن کے پنڈت زبانی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ پس جب علم کتابت ایجاد ہوا۔ تو وہ
گیت اور دعائیں جو اپنی بہبودی اور دشمنوں کی ہلاکت کے متعلق تھیں لکھی گئیں۔
رگ وید اشٹک ا میں لکھا ہے کہ "اے اگنی تو ایسا کر کہ ہم سو جاڑوں تک زندہ
رہیں اور اپنے سارے دشمنوں کو مار ڈالیں اور اُنکا مال لوٹ لیں" اسلئے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ پنجابی الاصل آریہ کی تالیف کردہ دعا ہے کیونکہ پنجاب میں بوجہ
شدت گرمی کے جاڑوں کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے اور یہ دعا وسط ایشیا جہاں سے
آریہ آئے ہیں وہاں نہایت مکروہ اور ناپسند ہے جیسے کسی کا کشمیر رہ کر اور مزید سردی
یا مزید برف کی التجا کرنا حماقت پر مبنی ہے۔ پس معلوم ہوا
کہ وید کی یہ دُعا قدیمی اور انادی نہیں اور نہ ہی یہ دُعا،

تبت سے ہیں مانگی جاسکتی ہے کیونکہ وہاں شدت سردی سے لوگ پہلے ہی چین بچین ہیں۔ اسیطرح اور کئی مقامی ضرویات کا ذکر اذکار مندرج ہی جو عنقریب ذکر کیا جاوے گا۔

الغرض جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے وہ ایک فاضل انگریز کی تصنیف پر مبنی ہے جس نے اپنی کتاب تاریخ ہند (ایشنٹ انڈیا) کے صفحات ۹ - ۱۳ تک لکھاہے۔ لیکن ہم صرف غیروں کے حوالجات پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ بموجب ع دروغگو را تا بخانہ باید رسانید۔ اُنکے ہی گھروں سے شہادت حقہ پیش کرتے ہیں جس نے وید کی قدامت اور روحانیت پر پانی پھیر دیا ہے۔ جس عظیم الشان شخص کی شہادت پیش کرتے ہیں اُس کا کسی قدر ذکر ضروری ہے تاکہ اُس کی شہادت کی قدر و منزلت پڑھنے والونپر واضح ہو جاوے اور اگر کوئی آریہ آمادہ پرخاش ہو

حاشیہ ۱ ۔ سنسکرت اور فارسی بولیوں کے بزرگ آپسمیں بھائی تھے:۔ یہ بات بالکل غلط اور نادرست ہے کہ جو صرف آریوں کے موہنہ سے نکلتی ہے کہ رشی لوگ اور اُنکی قدیم بزرگ تبت سے آئے تھے۔ اور وسط ایشیا کے باشندے نہ تھے جہاں سے حقیقت میں نہ صرف آریونے ہجرت کی بلکہ کیلٹس Celts ٹیوٹنس Teutons اور دیگر تمام باشندگان فرنگستان نے وقتاً فوقتاً ہجرت کرکے یورپ کو آباد کیا اس امر کے ثبوت میں اوّل تو صرف اتنا عرض کردینا کافی ہوگا کہ زمانہ حال کے تمام فاضل خواہ وہ انگریز ہوں یا جرمن فلاسفر ہوں اُنکی بھی رائے ہے کہ آریہ اُسی بڑے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اُسی ملک کو چھوڑکر ہندوستان میں آ بسے ہیں جہاں سے اہل فارس اور اہل فرنگستان وغیرہ نے ہجرت کرکے اور جگہ سکونت اختیار کی چنانچہ بڑی مشہور و معروف ہجرت حضرت آدم علیہ السلام کی ہے انکی بابت اب بھی عام رائے یہی ہے کہ وہ باغ اور بہشت اسی خوشگوار علاقہ میں تھا جو دریائے سیحون اور جیحون سے سیراب ہوتا ہے۔ زمانہ حال کے فاضل لوگوں نے علم فلالوجی کے مستحکم ثبوت سے

تو ایسا آریہ جوابدہی کے لئے طیار ہو جو صاحب موصوف سے حیثیت اور علم و فضل میں کم نہ ہو ورنہ کسی نامعلوم دصوتی پوش کا انکار اور ردّ طالبان حق کے لئے ایک پشّہ کے برابر وقعت نہ رکھے گا۔

واضح ہو کہ کلکتہ کے پریزیڈنسی کالج میں بابو کرشن کمال صاحب بھٹاچارج سنسکرت پروفیسر تھے اور انہیں عیسائیت یا مذہب اسلام سے کسی طرح کی ہمدردی نہ تھی انہوں نے بے تعصب ہو کر رگ وید اور ویدمت کے متعلق مفصلہ ذیل رائے ظاہر کی ہے "پہلے زمانے کے ہندو سپاہی۔ کاشتکار۔ غلام یا خدمتی ذاتوں میں منقسم تھے۔ اور انکے مذہب کی صورت پُرکھا پوجا (یعنی بزرگوں کی پوجا) تھی اور یہ پوجا رفتہ رفتہ خودبخود رگ وید کے دیوتا مثلاً اندر۔ وایو۔ وارن۔ اشونا برپستی۔ کی پرستش کی شکل میں تبدیل ہو کر فرار پکڑ گئی۔ بلاشبہ یہ دیوتا پہلے پہل مشہور و معروف بزرگ

بقیہ حاشیہ۔ اپنی رائے کو مستحکم کیا ہے جسکو کوئی نیک نہاد عقلمند رد نہیں کر سکتا۔ اب ہم اتنا ضرور ثابت کریں گے کہ یہ لوگ یعنی آریہ اہل فارس کی ہمسائیگی میں مدتہائے دراز بود و باش رکھتے رہے اور یہ امر یقینی ہے کہ اہل فارس اور آریوں کی ایک ہی زبان تھی چنانچہ جب اہل فارس آریوں کی ہمسائیگی میں بود و باش رکھتے تھے اسوقت انکی زبان آجکل کی فارسی مطلق نہ تھی بلکہ اسمیں اسطرح تبدیلی واقع ہوگئی تھی جسطرح آریونکی قدیمی زبان سنسکرت سے بدلکر یہ پنجابی بنگئی ہے۔ مگر اسمیں شک نہیں ہو سکتا کہ ایرانیوں اور آریوں کی زبان کا ماخذ اور مصدر ایک ہی ہے صرف اتنا فرق معلوم ہوتا ہے جسقدر لفظ آریا اور ایران میں ہے گویا کچھ بھی نہیں۔ پس اسجگہ مناسب ہے کہ ان ناموں کی مختصر فہرست دیجاوے جو نہایت قریبی رشتہ داروں کے عائد ہو سکے اگر قریبی رشتہ داروں کے نام آپسمیں ملتے ہوں تو سمجھو کہ دونوں قوموں کے بزرگ ایک ہی زاد بوم میں رہتے ہیں جبتک ایک ہی جگہ میں دو قومیں رہی ہوں تب تک اتنی مشابہت تامہ ہرگز متصور نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی ایسی مشابہت ہمارے یا کسی اور کے مطالعہ میں آئی ہے ....

تھے جو اپنے کسی نہ کسی کارنامہ مثلاً کسی اعلیٰ درجہ کی لیاقت یعنی بہادری۔ شاعری۔ یا شراب بنانیکے ہنر سے لوگوں کے دلوں میں محبوب اور مانوس ہوگئے تھے"۔ اس کے بعد پروفیسر صاحب یوں لکھتے ہیں کہ "رگ وید ایک کتاب ہے جو بحیثیت مجموعی ایک ایسی قوم کی معتبر تاریخ ہے جو حالت خانہ بدوشی سے بہت ترقی کر گئی تھی اسمیں شہروں اور دہات اور بادشاہوں اور قمارخانوں اور کسبیوں اور کئی ایک ایسی باتوں کا ذکر ہے جو شائستہ سوسائٹی میں پائی جانی چاہئیں۔ یہ لوگ اپنی نئی سکونت میں بھی داخل ہوکر مدّتوں اسی حالت میں رہے تھے۔ شاید رگ وید کے چند قصّے انکے اصلی وطن میں قومی گیت اور افسانوں کی طرح مروّج ہوئے ہونگے اور ہند میں آتے وقت انہیں یہ گیت معلوم تھے۔ رگ وید کے دوسرے حصّہ میں انکے شاعروں یا رشیوں نے اس ملک میں تصنیف کئے۔ رگ وید مختلف وقتوں میں لکھا گیا ہے جنمیں ایک دوسرے سے

حاشیہ

پس وہ فہرست یہ ہے۔

(۱)

فارسی	سنسکرت
پدر	پتری
مادر	ماتری
برادر	بھراتری
پسر	پُتّر
دختر	دُہتر
داماد	جاماتا

(۲) اعضاء بدن بھی کبھی انسان سے جدا نہیں ہوتے پس جن دو زبانوں کے اتحاد اصل کی تحقیق مدّنظر ہو اُنہیں اعضاء کے ناموں کو دیکھو اگر دونوں زبانوں میں ایک ہی نام ہیں تو جانو کہ دونوں کے بزرگ ضرور ایک وقت ایک جگہ میں بود و باش رکھتے تھے۔

فارسی	سنسکرت
سِر	شِر
تارُک	تارک
ابرو	ابھرو
دند	دنت
بازو	باہُو
دوش	دوشن
دست	ہست
مُشت	مُشٹک
انگُشت	انگشٹ
پُشت	پرشٹ

(۳) قدرتی اشیا جن سے دنیا کبھی خالی نہیں ہوتی اگر وہ ایک ہی ہیں تو سمجھو کہ دونوں زبانیں ایک ہی تغیر

بہت بہت عرصہ کا فرق ہے ہمارے بزرگ جو خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے
انکی نسبت علم ہنود یعنی سنسکرت کی نہایت قدیمی کتابوں سے اسقدر کم پتہ لگتا ہے
کہ رگ وید کے مطالعہ ہی سے ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ گائیں اور گایوں کی
بازیافت اور اُنکا چرایا جانا اور گایوں کی ترقی اور گایوں کی بخششیں اس کتاب کا
مضمون اعلیٰ ہیں اور کئی ذریعوں سے یہ امر صاف معلوم ہوگیا ہے کہ یہ کسی خانہ بدوش
قوم کا حال ہے جسکی قبول کرنے میں کسی بے تعصب آدمی کو کوئی گنجائش شک و شبہ
کی نہیں اور ان رسومات کی نسبت جو اُس زمانہ میں مروّج تھیں۔ رگ وید ہماری
دستگیری نہیں کرتا۔ اسبارہ میں اُن ایک ہزار بھجن کی مثال ایک لق و دق
جنگل اور ہولناک بیابان سے ہے جسمیں جدہر نگاہ کرو خاردار جھاڑیوں کے سوا کچھ
اور نظر نہیں آئیگا اگر انمیں کوئی عمدہ بات بھی ہو تو شاذ و نادر۔ دیکھو میکولا لیکچرز

بقیہ حاشیہ مثلاً		فارسی	سنسکرت	فارسی	سنسکرت	فارسی	سنسکرت
فارسی	سنسکرت	جو	یو	زن	جنی	ہسگا	ہسگا
تارہ	تارا	ہاشش	ہاشش	گاؤ	گئو	جنگل	جنگل
روز	روچ	شالی	شالی	خر	کھر	موری	موری
روشنی	روچری	ہست	ہستو	موش	موشک	نام	نام
شب	شپا	کرپاس	کرپاس	آہار	آہار	نیل	نیل
شام	شیامم	چرم	چرم	نرہ	نر	نو	نو
سرد	شرد	شاخ	شاکھا	اشتر	اشٹر	جل	جل
آب	آپ	دیر	دھیر	بار	بھار	(۴) کوئی قوم یا زبان	
گراس	گراس	سنگم سنگار (رفیق)	سنگم	بوم (زمین)	بھوم	نہیں جسمیں اعداد اور گنتی	

قانون متعلقہ جائنٹ ہندو فیملی مصنفہ کرشن کمال بھٹا چارج سابق سنسکرت پروفیسر پریزیڈنسی کالج کلکتہ۔

علاوہ ازیں وید کی تعلیم دربارہ گوشت خوری کے متعلق بھی کسی لائق ہندو فاضل کی شہادت قابل اندراج ہے۔ گائے کے گوشت کے متعلق گذشتہ صدیوں میں بہت جھگڑا برپا ہوا ہے اس کم بخت جانور نے جو بقول منوجی برہمنی کے زنا کرنے کی سزا میں گائے بنایا جاتا ہے دنیا میں بہت شور اور دنگہ فساد برپا کیا پس اب ہر ایک کو چاہیئے کہ ایسے جانور کے گوشت کھانے میں اہل ہنود اور آریوں کو کوئی دوش ندی کیونکہ وید سے گائے کا گوشت کھانا جائز ثابت ہی سو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہنود کے زبردست عالم فاضل کی رائے دربارہ حلت لحم البقر درج کیجاوے واضح ہو کہ ڈاکٹر چندر لال صاحب متر۔ ایل ایل ڈی۔ سی۔ آئی۔ اے کی بے لوث اور منصفانہ رائے بیان کریں۔

بقیہ حاشیہ۔ مروج نہو۔ پس جن دو زبانوں کا اتحاد دریافت کرنا ہو کم از کم ایک سے دس تک۔ اور دہاکے اور صدی اور ہزار ضرور ملتے ہونگے۔

فارسی	سنسکرت
یک	ایک
دو	دُی
پنج	پنچ
شش	شٹ
ہفت	سپت
ہشت	اشٹن
نہ	نَو

فارسی	سنسکرت
دہ	وش
پنجاہ	پنجاشت
ہشاد	اشیتی

فارسی	سنسکرت
یکم	پرتہم
دوئم	دویت
پنجم	پنچم
ہفتم	سپتم
نہم	....
دہم	....
صدم	شتتم

پس اب بھی اگر کوئی اسبات سے انکار کرے کہ آریوں کے بزرگ وسط ایشیا میں نہ تھے بلکہ کسی اور جگہ مثلاً تبت وغیرہ میں تھے وہ صرف یاوہ گوئی اور ہٹ دھرمی منصور ہوگی امید نہیں کہ ایسی مشابہت سنسکرت کی تبتی زبان سے ہو اگر ہی تو پیش کرنا چاہیئے اگر آریہ لوگ ایران اور وسط ایشیا کو فتح کرکے اسپر چند صدیوں تک حکومت کرتے رہتے تو البتہ کسیقدر مغالطہ ہو سکتا تہا مگر اب تو سنسکرت اور فارسی کا آپسمیں ایک گہرا تعلق ثابت ہو گیا ہی جس سے کسی صاحب اہل انصاف کو سوائے قبول کرنیکے اور کوئی چارہ نہیں۔ مناسب ہے کہ شائقین اس مضمون کے متعلق اگر کچہہ اور واقفیت پیدا کرنی چاہتے ہیں تو کتاب سخندان پارس یعنی فارسی زبان کی فیلالوجی مصنفہ مولوی محمد حسین صاحب آزاد عربی پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور مطالعہ کریں۔ منہ

تاکہ آریہ صاحبان اس فاضل اجل کی بات مان کر اس وہم پرستی کو ترک کریں۔ یہ صاحب علم و لیاقت اور سنسکرت دانی اور علم تاریخ میں علامۂ عصر مانے گئے ہیں اور ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے وہ پریزیڈنٹ رہے ہیں انہوں نے اپنی کتاب "انڈو ایرینس" میں ایک باب بنام "بیف اِن اینشیٹ انڈیا" (گوشت گائے در ہند قدیم) میں یوں لکھا ہے کہ "بلاشبہ اس پرچہ کا عنوان میرے بہت سے ہموطنوں کو نہایت جگر تراش اور سمع خراش معلوم ہوگا کہ گائے کا گوشت اشیاء خوردنی متصور ہو۔ گو اس مضمون سے ہندوؤں کے دلوں پر خوفناک صدمہ گذریگا۔ اور اِن موجودہ ہندوؤں میں سے لکھوکھا زیادہ پرہیزگار آدمی اس امر کو ہولناک نتیجہ خیز اور خونریز فتنہ پردازیاں خیال کریں گے۔ لیکن تاہم معلوم ہوتا ہے کہ ایکدفعہ زمانہ تھا کہ جب صرف مویشیوں کو قتل کرنے میں کسی قسم کا پچھتاوہ ہوتا تھا نہ صرف اُس حیوان کا گوشت ایک اعلیٰ درجہ کی خوراک اور طعام بھی خیال کیا جاتا تھا نہ صرف کشادہ دل مہمانوازی کا نشان تھا جیسا کہ قدیم یہود کے درمیان جو اپنے معزز مہمانوں کی خاطر موٹا تازہ بچھڑا ذبح کرتی تھی بلکہ پرہیزگار ہندو اس جہان سے دوسرے جہان میں بھی اپنے ساتھ گائے کا گوشت لے جانا ازبس ضروری سمجھتے تھے یہانتک کہ ہمیشہ مردہ کیساتھ جلانیکے لئے ایک گائے قتل کی جاتی تھی"۔ دیکھو انڈو ایرینس جلد اول صفحہ ۳۵۴-۳۵۵

علاوہ ازیں ایک اور زبردست علمی دلیل جو گائے کے گوشت کے کھائے جانے پر دیجا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر چندر لال صاحب متر بالقابہ لکھتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں عام دستور تھا کہ میزبان مہمان کی خاطر گائے ذبح کرتا تھا اسیوجہ سے زبان سنسکرت میں مہمان کو گھوگھنا (یعنی گائے ذبح کرنیوالا) کہتے تھے پس یہ علم زبان سے ایک پختہ شہادت ملگئی جس سے کوئی سنسکرت دان منکر نہیں ہو سکتا۔ مگر سب صاحبان یاد رکھیں کہ کسی نو مسلم آریہ کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ضرور گوشت کھائے ورنہ اسکے اسلام اور ایمان میں نقص ہے۔ نہیں۔ ہر ایک مسلم کو اختیار ہے خواہ وہ عمر بھر کسی قسم کا گوشت نہ کھاوے۔ اسلام لانا ایک دل کا فعل ہے نہ کہ کھانے پینے کا مشغلہ ہے۔ پس مناسب ہے کہ خوف خدا کو کام فرما کر شرف اسلام کو قبول کر کے سعادت دارین حاصل کیجاوے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور رعب حق کے قبول کرنے میں سد راہ نہو۔ دیکھو راقم نے اسلام کے قبول کرنے میں کوئی نقصان نہیں اٹھایا

بلکہ جو خدا تعالیٰ کے لئے تھوڑا کھوتا ہے خدا اُسے ڈھیروں ڈھیر دیتا ہے۔ وَاللّٰہُ علیٰ کُلِّ شَیٍٔ قدیر

اصل مضمون کیطرف رجوع کر کے لکھا جاتا ہے کہ وید کا ترجمہ شائع نہونا اور نتیجۃً وید پر عملدرآمد کا نہو سکنا

انہی دنوں میں امر محال نہیں ہو رہا بلکہ جب سے اسکا وجود ہے سو دہے تب ہی سے اسکی اشاعت کی راہ

میں پتھر ڈالدئے گئے۔ یہانتک تو لکھا ہے کہ شودر ہرگز وید نہ پڑھنا پاوے اگر کہیں بد بختی سے

چند شرتیاں سُن بھی جاوے تو اسکے کان میں سیسہ گرم کر کے ڈالدیا جاوے اگر کوئی شودر وید پڑھی

یا چوری سے کسی سے سُنکر پڑھے تو اُسکی زبان کو کاٹدیا جاوے دیکھو منوؔ۔ تاکہ وہ بدبخت پھر اسطرح

اس فعل بد کا اقدام نہ کرے۔ اور دوسروں کے لئے عبرت ہو جاوے۔ اسمیں کسی کو شک نہیں

ہو سکتا کہ بیچارے شودروں پر منقولی اور فعلی رنگ میں جو جو ظلم ڈھائے گئے ہیں وہ بہت ہی خطرناک

اور مہلک ہیں زمانہ حال میں اگرچہ سوامی دیانند نے عام لوگوں کو شدھ کرنیکی اجازت دیدی اور

اپنے آباؤ اجداد کی رسم اور قانون کو توڑا لیکن نہیں معلوم کہ اُن حقوق متلذ جو غیر قوموں سے شدہ

ہونے والے چوڑھے اور چمار اگر انکے گھروں میں شادی وغیرہ کی تحریک کریں تو ان سے کیا

سلوک ہو گا۔ دیانند جی تو صرف برہمنوں کو کوستے ہونگے کہ یہ سب ہندشیں اور رکاوٹیں اُن کی

ہاؤ ہوس ہی کی شرارت سے وقوع میں آئی ہیں۔ لیکن اب بھی تو وہی حال ہے لالہ دیانند جی نے خود ان

شودروں سے اور دیگر اقوام کے شدہ ہونیوالوں سے عملاً کوئی مساوات ظاہر نہیں کی اور نہ

اُنکے چیلے اس امر کو عملاً جائز سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی چوڑھا چمار شدہ ہونے کے بعد معاً انکی برادری

اور بھائی چارے میں شامل ہو سکے اور اُسکو لڑکی دیجاوے۔ اور تمام چھوت چھات کے بھوت

کو دفع کیا جاوے۔ لالہ دیانند جی نے اپنی سی بہت کوشش کی لیکن یہ چھوت چھات کا وہم ان کے

دماغ سے نہ نکلا۔ اور نہ نکلنے کی امید ہو سکتی ہے بلکہ وید کی تعلیم سے آئندہ تہذیب اور اخلاقی

امور کی اشاعت کی توقع نہیں ہے بلکہ بدکاری اور فسق وفجور پر ایک مذہبی رنگ چڑھا کر عوام کالانعام

کو تاریکی اور گمراہی کے گڑھے میں پھینکا جاتا ہے چنانچہ مفصلہ ذیل بیان سے یہ امر بداہت تمام ہر ایک پر

کھل جاویگا۔

قانون قدرت کی ایک خلاف ورزی

اور

اُس کا نتیجہ بد

پیشتر اس کے ہم اس رسالہ کو ختم کریں ایک اور ضروری امر کے بارےمیں کسیقدر لکھنا ضروری سمجھتے ہیں اگرچہ ہمارا دل ان باتوں کو مونہہ پر لانے سے بیزار ہے مگر تاہم بعض اصحاب کے اصرار سے اور بعضوں کی حالت زار پر رحم کھاکر مختصر عرض کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسئلہ نیوگ کے متعلق اگرچہ بڑے بڑے مضمون اور سیر کن بحثیں ہوچکی ہیں اور صدہا اس قبیح رسم سے بیزاری ظاہر کرچکے ہیں[1] اور صدہا بوجہ سخت دیوث اور بے ایمان ہونے کے ان مباحثات کی کش مکش اور دھکم دھکا میں بھی اس فعل شنیع کا ارتکاب کرتے رہے اور اپنے زعم میں یہ سمجھتے رہے کہ ہم گویا ایک نیک کام میں مصروف ہیں جس سے ہماری نجات اور ثواب دارین وابستہ ہے۔ گویا جہاد اکبر یہی ہے جاننا چاہیئے کہ یہ بد رسم جس کی رُو سے ایک عورت بوجہ نہ ہونے اولاد نرینہ کے یا بسبب اپنے خاوند کے ضعف اور نامردی یا مخنث ہونے یا غیبوبیت کے یا صرف لڑکیاں پیدا ہونے کے گیارہ گیارہ غیر مردوں سے دس دس بچے حاصل کرسکتی ہے اور وہ بچے بھی اُسی عورت کے دیوث خاوند کے قرار پائے جاتے ہیں یہ ایک ایسی رسم ہے جو صرف ان آریہ سماجیوں میں ہی نہیں پائی جاتی جو آجکل باوجود وید سے جاہل مطلق ہونے کے خواہ نخواہ ڈینگیں مار رہے ہیں بلکہ جہانتک تاریخ گواہی دیتی ہے اسکا وجود قدیم سے جاہل اقوام میں پایا گیا ہے۔ مدت ہوئی کہ آریہ لوگ وسط ایشیا میں بستے تھے اور کھیتی باڑی کرتے اور اپنے دشمنوں کو لوٹ مار کر اپنا گزارہ کرتے اور رفتہ رفتہ اس سرزمین میں آگئے اور ان لوگوں کا ایک حصہ فارس میں گیا اور وہاں سے ایک گروہ ملک مصر میں پناہ گزین ہوا مگر ہند کے آریوں نے باقاعدہ نیوگ پر عملدرآمد کیا اور اپنی ... اولاد کو ترقی دینے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا یہانتک کہ ایک ایک عورت کے گرد پانچ پانچ جوان مرد ہوجایا کرتے تھے چنانچہ پانڈو کا قصہ ہر ایک کو معلوم ہوگا کہ وہ پانچ بھائی تھے اور کروچھیتر کی لڑائی میں فتح یاب ہوکر اپنی مشترکہ بیوی دروپتی کو ساتھ لیکر کوہ ہمالہ میں گھس گئے۔ اور وہاں جاکر اسی کار خیر میں مجاہدہ اور ریاضت کرتے رہے لکھا ہے کہ

[1] اور اپنے سابق اعتقاد سے توبہ کر رہے ہیں چنانچہ دو چار آریہ صاحبان کا توبہ نامہ عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگا۔ منہ

اِندر دیوتا نے ایسے کام کرنیوالوں کو جاتے ہی سُرگ میں پہونچادیا غالباً آریہ مہاشوں کے نزدیک یہ اعلیٰ درجہ کی نیکی اور اخلاق فاضلہ میں سے ہوگا جو اُنہوں نے دروپتی سے کیا جسکے عوض میں ان کو باوجود راجہ اور ملک کے حاکم ہونے کے یک لخت سُرگ نصیب ہوگیا[۱] ۔ حقیقت میں اگر غور کیا جاوے تو شریف آدمیوں کے نزدیک اس کام کا سرانجام کرنا محال ہے جسکو ہم لوگ تفصیل بیان بھی نہیں کرسکتے اِن وید کے فدائیوں کے ہی بھائی ہند تھے جو وسط ایشیا کے نواح میں بود و باش رکھتے تھے جو مزدکی فرقہ کے نام سے نامزد ہیں ۔ اِن ہندی آریوں نے وہاں تک نوبت نہیں پہونچائی جہانتک مزدکی لوگ پہونچ گئے تھے ۔ وہ بدبخت نہ صرف اپنی بیوی کو غیروں سے ہمبستر کرانا پسند کرتے تھے بلکہ اپنی ماں بہین پر خود وار کرنا امر جائز اور غیر ممنوع تصور کرتے تھے ۔ شکر کا مقام ہے کہ ان بدبختوں کا دور دورہ یہاں تک نہ ہوا ورنہ آجکل کے آریہ اس صدی میں اُنکے بھی کان کترڈالتے خدا کی قدرت ہے کہ بدقسمتی سے جس قوم میں کوئی بدعملی رواج پکڑ جاتی ہے اُس کا اثر اور بیج بصد مشکل مفقود ہوتا ہے ۔ مثلاً ان مزدکیوں کی تباہی کے بعد اس بدرسم کا اثر ایک اور پیرایہ میں نمودار ہوا اور وہ پیرایہ یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں مُتعہ کی بدرسم تھی جو ایک خاص مُدت کیلئے بطور نکاح کے متصوّر ہوتی تھی ۔ اسلام نے آتے ہی اس بدرسم کا قلع قمع کیا آخر کئی صدیوں کے

---

[۱] ۔ اسجگہ کوئی عقلمند آریہ البتہ یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ چونکہ پانڈو نے صرف اس کار خیر کیلئے اپنی ملک و سلطنت کو الوداع کہا اور فقر و فاقہ منظور کر لیا پر دروپتی سے نیوگ کرنے یا اُسکی سیوا کرنے میں مصروف رہا اور اسکی پاداش میں جاتے ہی بہشت میں داخل ہوگئے پس ثابت ہوا کہ نیوگ جائز اور درست ہے جس سے مکتی جلد حاصل ہوگئی ۔ مگر میری خیال میں یہ سراسر غلط اور بیہودہ خیال محض ہے کیونکہ وہ ہند سے چلے گئے تھے اُنکا کوئی پتہ و نشان نہیں ملا کہ اُنکا کیا حال ہوا ۔ سب کو معلوم ہے کہ سُرگ میں داخل ہونے سے صرف یہی مراد ہے کہ وہ فوت ہوگئے ہونگے جیسے کہ ہم بھی فوت شدہ لوگوں کو نیک ظنی سے مرحوم و مغفور کہدیا کرتے ہیں ۔ مگر اس سے یہ نہیں نکلتا کہ وہ وہاں جاکر زیادہ زبردست اور اقبالمند بادشاہوں کیطرح راج کرتے اور بہشت میں مکتی یاب ہوکر پناہ گزین ہوگئے ۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جاتے ہی موت کا شکار ہوگئے اور اپنے کئے کو بری طرح سے بھگتا ۔ اگر انکو اس سے نیک ثمرات حاصل

گذرنے کے بعد آجکل ایرانی شیعوں نے اس زہر کو متعہ کے پیرایہ میں اُگلا ہے - الغرض اس رسم نے
صرف ہمارے ملک کے آریوں کو ہی بدنام نہیں کیا بلکہ اُس کی جڑھ اور رگ و ریشہ اور مقام پر
بھی نمودار ہے آجکل اس ملک میں اگرچہ آریہ لوگ نیوگ کی حمایت میں سرگرم پائے جاتے ہیں اور
اپنے تئیں بہت سے نقصانات اور بیحیائیوں کا نشانہ بنتے ہیں - مگر پھر بھی اس امر کو حسب فرمودہ
وید عمل میں نہیں لاتے یعنی جیساکہ ستیارتھ پرکاش کے باب چہارم میں لکھا ہے کہ یہ رسم یعنی
نیوگ دولہا اور دُلہن (یا بیرج داتا اور استری) اور چند معزز اشخاص کی حاضری اور موجودگی میں
اس طرح وقوع میں آنی چاہیئے جسطرح شادی کے موقع پر ہر ایک طور سے عام شہرت کیجاتی
ہے - دولہا اور دلہن یعنی نیوگ کرنے والے مرد اور نیوگ کرانے والی استریوں (عورتوں)
پر فرض حتمی ہے کہ بھری مجلس میں اس امر پر اقرار کریں کہ ہم دونوں اتنے بچے پیدا کرنے کی
غرض سے آپس میں نیوگ کیا کریں گے اور فلاں موقع پر یعنی حمل کے ٹھہر جانے پر ایکدوسرے سے
علیحدگی اختیار کرینگے وغیرہ وغیرہ ..... غرض یہ اور نیز اور شرائط درباره نیوگ ان لوگوں کیواسطے مقرر
ہیں مگر سارے آریہ ورت میں ہمیں کسی ایسے آریہ سے ایسا وقوع میں آنا سننے میں نہیں آیا - اور
ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ درپردہ اس کام کو سرانجام نہ کیا جاوے ورنہ زناکاری ہوگی - اب
سوچنا چاہیئے کہ کیا اب وید کے حامی اس امر پر کیا کچھہ کہہ سکتے ہیں؟ اگر وہ فی الحقیقت نیوگ
نہیں کرتے تو بھی بموجب فرمودہ وید پاپی اور گناہ گار ہیں اگر انمیں سے بہتوں نے کیا ہے
جیساکہ ہمارے سننے میں آیا ہے تو انہوں نے حسب تعلیم و شرائط نیوگ نہیں کیا بلکہ ایک
ناپاک حرکت اور حرامکاری کا ارتکاب کیا ہے جو آریہ سماج کے ممبروں کی شان سے بعید ہے
مگر بعض نیوگ کے حامیوں اور دوستوں نے ہمیں سمجھایا کہ اس طرح غیر سے اولاد لینے میں اگرچہ
بے شرمی اور کنجریوں کا سا معاملہ ہے جسکو ہر ایک شریف آدمی برداشت نہیں کرسکتا لیکن
اس معاملہ میں ایک خاص امر مدنظر ہے جو عام طور سے بیان نہیں کیا جاتا آخرکار بہت اصرار کے
بعد اُس نے بیان کیا کہ یہ اس واسطے کیا جاتا ہے کہ قوم ہنود کی ترقی اور بہبودی کے لئے یہ
ایک نہایت احسن اور ارزان تجویز ہے جس سے آپ لوگ ناواقف اور بیخبر ہیں - پھر میں نے
کہا کہ آپکی یہ منشا تو ہرگز ہرگز پوری نہیں ہو سکتی اور نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوگی کیونکہ شاہان مغلیہ

کے زمانہ سے پہلے اور نیز بعد میں آپ لوگوں کی تعداد میں کمی ہی کمی ہوگئی ہے اور نیز اس مردم شماری میں جو ۱۹۰۱ء کو ہوئی ہے اس میں بھی آپ لوگوں کو نہایت بنجدہ نقصان پہونچا بجائے ترقی کرنے کے آپکی قوم اپنی اصلی تعداد کو بھی قائم اور بحال نہ رکھ سکی چنانچہ اس مردم شماری کی رو سے تعداد میں پا پنچ لاکھ پچاسی ہزار آدمی کم ہوگئے اگر ابھی ترقی معکوس کے لئے اسطرح ہاتھ پاؤں مار رہے ہو تو چند اور صدیوں تک آپکی قوم کا خاتمہ ہے ادہر ہماری قوم اسلام نے باوجودیکہ بلحاظ مردم شماری تعداد میں قریباً ایک چوتھائی کے تھے پھر بھی ان تھوڑے باشندوں کی ترقی پچاس لاکھ آدمی کی ہوئی ہے اُدھر آپ لوگ باوجودیکہ اٹھائیس کروڑ میں سے بیس کروڑ تھے کم ہی کم ہوتے جاتے ہیں۔ اس واسطے غور اور عبرت کا مقام ہے کہ نیوگ بھی کرایا اور اپنی معصوم بیویوں کا مونہہ بھی کالا کرایا گیا اسپر بھی مایوس کرنے والی ناکامی ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اس نقصان سے ہر ایک متنفس پر یہ امر پورے طور سے منکشف ہو جانا چاہیئے کہ جو نسخہ دیدنے قوم کی ترقی اور بہبودی کے لئے تجویز کیا وہ بالکل بے بنیاد اور نادرست ہے اور کوئی بہتر نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوا جیسے کہ مخلص اور نیک نہاد آریوں کے لئے نہ صرف دو سَو بلکہ چار سَو برس تک عمر حاصل کرنے کا ویدک نسخہ بیہودہ اور انسانی بہبودی ترقی کیلئے بیخ کن ہے (ستیارتھ پرکاش صفحہ) ادھر دوسری طرف جو نسخہ قرآن کریم نے فرمایا وہ قولاً فعلاً حق و حکمت پر مبنی ثابت ہوا ہے اب آریہ سماج پر ایک طرح سے ایکدفعہ اور حجّت پوری ہوگئی ہے کہ نیچرل قانون نے اس خوبی اور صفائی سے وید کا قلع قمع کیا ہے کہ زبانی بحث مباحثہ کو بالائے طاق رکھکر ہر ایک منش کے ویدک ایمان اور دھرم پر ایک خوفناک حملہ کیا ہے جس سے عقلمندوں کیلئے کوئی عذر اور بہانہ باقی نہیں رہا اگر کوئی احمق ایسا گمان کرے کہ مسلمان باہر سے آجاتے ہوں گے یہ بات غلط ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جتنے جاتے ہیں اتنے آتے بھی تو ہیں بلکہ سال بسال صدہا عازمان جہاز ہند سے ہجرت کر کے مکّہ ہی میں ہمیشہ کے لئے چلے جاتے ہیں اب تو کم از کم اتنا ضرور مان لینا چاہیئے کہ جسطرح کسی آریہ کا یہ تمنّا کرنا کہ صرف پانی پی پی کر تازہ موٹا ہو جاؤنگا ایک امر خلاف قانون قدرت اور وہم و گمان اور بیہودگی کا نتیجہ ہے اسی طرح نیوگ پر نشینیلٹی اور قوم کی ترقی اور بہبودی کا باور کرنا حماقت اور بدذاتی نہیں تو اور کیا ہے؟

میرے خیال میں وہ زمانہ آتا ہے کہ یہ گندی رسم اور فتور اتری و بھیرم چیکر خود
بخود زمانہ کی جلاوت اور تہذیب کے تیز رو سیلاب سے کالعدم ہوجاویگی۔ اگرچہ بعض بچے اور
گند سے پنڈت دوسروں کو بیوقوف بناکر انکی مستورات پر کوئی دن اور عیش وعشرت کرنیکی
غرض سے ان رسومات کے قیام کو تہ دل سے چاہتے ہیں لیکن بعض تعلیم یافتہ انکی
چالاکی اور رویدسے اس گند اور ناپاکی سے متنبہ ہوتے جاتے ہیں اور امید نہیں کہ آج سے
دس سال بعد اس رسم کو آریہ سماج اپنے اصول سے خارج نہ کردے۔ پس ستیارتھ پرکاش کے
کسی دوسرے ایڈیشن میں مثل سابق اس نقصان دہ رسم کی ضروری خبر لیجاوے گی۔ اگرچہ تاریکی
کے فرزند سخت مزاحمت کرینگے لیکن تابہ کَے۔ آخر سنت آئینش میں ایک فیصلہ کا وقت ہؤا کرتا
ہے اور جب وہ وقت آتا ہے طبیعتیں خودبخود عود کر آتی ہیں۔ اور بدکاری بے حیائی کی جگہ
نیکوکاری اور تقویٰ وطہارت آبسیرا کرتی ہے *

خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ہر ایک نیک کام ایسا ہوتا ہے کہ اسکے کرنیوالے کو کسی سے
شرم یا حیا نہیں آتا لیکن نیوگ کرنے والا مرد اور کرانے والی عورت اس کے ذکر سے ایسے
بھاگتے ہیں کہ جسطرح ایک زانی اپنی بدذاتی کے ذکر سے کھسکتا اور جان بچاتا ہے۔ ایکدفعہ کا
ذکر ہے کہ ضلع شاہپور میں ایک گھر میں نیوگ کی ضرورت محسوس ہوئی[1]۔ اور نیوگ کرانیوالا
درحقیقت ایک معزز شخص تھا جب یہ سب قول و قرار اور پختہ و پزدہ ہوچکی کہ دو چار بچوں کے
بعد حسب الحکم وید بیرج داتا کو الگ ہونا پڑے گا تو حسب دستور نیوگ شروع ہوگیا اور کئی سال
تک ہوتا رہا اور بچے بھی پیدا ہوگئے لیکن اب استری جس سے نیوگ ہوتا تھا وہ اُس
مشٹنڈے کے ہاتھ پر چڑھ گئی اور بہت سے جتن اور مکر و فریب عمل میں لائے گئے کہ یہ کمبخت
نیوگی اب حسب فرمودہ وید اور عہدنامہ جو بدبختی سے باضابطہ نہیں ہوا تھا استری (نیوگنی عورت) سے

حاشیہ

[1] حق الامر بیان کرنیسے گو بعض کو رنج اور گراں گذرتا ہوگا اور دلپر ہوائیں اُڑتی ہونگی مگر دانشمند
ان باتوں کی پروا نہیں کرتا۔ حق یہ ہے کہ دنیا بھر میں عفت ایک اعلیٰ درجہ کی خوبی بیان کیجاتی ہے
علی الخصوص عورت تو بغیر اس وصف باقی سب اوصاف سے بالاتر مانا گیا ہے لیکن وید کی تعلیم نے اس کا ستیاناس کردیا
اور فتویٰ دیدیا کہ عورت اپنی جوڑے کی غیبوبت میں بھی نیوگ کرا سکتی خواہ تھوڑے عرصہ کا وقفہ ہو۔ حیف اس تعلیم پر۔

قطع تعلق کرلے اور اصلی خاوند کی سیوا کے لئے استری کو فارغ کرے۔ لیکن اُس نے ایک نہ سُنی اس سے یہ بھی کہا گیا کہ دیکھو تم پر نالش کردیجاوے گی اور تم بہت پٹو گے مگر کیا ہو سکتا تھا کسی نے سچ کہا ہے کہ میاں بیوی راضی کیا کرے قاضی۔ نیوگن عورت نے علانیہ طور سے کہا کہ "اے بڈھے میں اب اس جوان کو چھوڑ کر تجھے کسطرح قبول کرسکتی ہوں" آخرہ وہ بموجب قول کہ تنگ آید بجنگ آید بالآخر نیوگی مرد اصلی خاوند کے مقابلہ پر آمادہ پرخاش ہوگیا بہتوں نے سمجھایا کہ اب بہت ہوا ہے بابا! اب معاف کرو۔ لیکن وہ یہی جواب دیتا تھا کہ اچھا جسکو رحم آتا ہے وہ مجھے اپنے گھر نیوگ کرنے کی اجازت دیدے اس دردناک اور شرمناک قصہ کو طول دینا غالباً ٹھیک نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ بہتوں کے دل دُکھیں اور بہتوں کی آنکھیں قوم کی بے عزتی پر خون روئیں۔ بالآخر تجویز یہ ہوئی کہ اس معاملہ پر زور نہ دیا جاوے ورنہ معاملہ دگرگوں ہو جاوے گا یعنی نیوگ کرنے والی عورت اور بیرج داتا دونوں اُس دیوث خاوند کو زہر دیکر راہیٔ عالم بقا کردیں گے

تاکہ آئندہ انکے آرام میں کسی طرح مخل نہ ہوسکے۔ بھلا جس مسئلہ کی تعمیل سے ایسی واردات کا اندیشہ ہو اور کئی جگہ کیس ہو بھی جاویں۔ تو پھر کیا گورنمنٹ دست اندازی نہ کریگی۔

غرض اس قسم کی شرارتیں اور بدکاریاں دنیا پر ہو رہی ہیں اور زمین کی پیٹھ ان کے گند سے بھر گئی ہے اور ایسے مسائل پر عملدرآمد کرنے والے اس فعل شنیع کو نہ صرف ایک نفسانی حرکت زبون خیال کرتے ہیں بلکہ اس امر کو ثواب اور باعث نجات خیال کرتے ہیں پس جب دنیا کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ طبیعتیں مسخ ہو جاتی ہیں اور بدی بدی نہیں سمجھی جاتی بلکہ اسکے ارتکاب کو ایک اعلیٰ درجہ کا نیک کام یقین کیا جاتا ہے تو پھر خدا کا غضب دنیا پر بھڑکتا ہے اور ایسے مردوں اور عورتوں کو جو جلانے کے لائق ہیں۔ طاعون اور دیگر ہلاکتوں سے نیست و نابود کر دیتا ہے وہ پاک ہے پاکی کو پسند کرتا ہے۔ ناپاکی اور گند سے وہ اور تمام نیک نہاد شریف لوگ نفرت کرتے ہیں۔ اس بدرسم سے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے بہت سی وارداتیں پنجاب اور دیگر بلاد و امصار میں وقوع میں آتی ہیں۔ لیکن یہ کام نہایت اخفا اور تنہائی میں انجام پذیر ہوتا ہے اس لئے لوگوں میں اس امر کا عام طور سے

چرچا اور شہرت نہیں ہوتی۔ آریوں کا یہ کہنا کہ مسلمانوں میں بھی طلاق ہو کر دوسری جگہ بیاہ ہونا اس
رسم کے مشابہ ہے۔ بالکل غلط اور بے سروپا بیہودگی ہے۔ اسی کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد عورت
میں اتفاق اور یگانگی کی کوئی صورت نہیں رہتی اور جانی دشمنی پڑ جاتی ہے یا آتش و آب کو یکجا ہونیکی
صورت محال پیش آجاتی ہے تو اس صورت میں بجائے اس کے کہ کسی کی جان پر حملہ ہو۔ یہی قانون
قدرت کا ہے اُن کو الگ کر دیا جاوے اور عورت مرد کو کسی اور جگہ ہمیشہ کے لئے بیاہ دیا
جاوے تاکہ اُنکا کسی ایسی جگہ پیوند کیا جاوے جو ہر ایک کی فطرت اور حسب منشا ہو اور بے جا
طور سے شہوت رانی کے اسباب منقطع ہو جاویں۔ اور ایسا نہ ہو کہ آریوں کیطرح بیوہ جوان لڑکی کو
عمر تک نیوگ کے لئے وقف کر دیا جاوے۔ اور آریہ صاحبان کیطرح دوسروں کے گھروں میں آئے دن
دست اندازی نہ کریں اور فتنہ و فساد کی جرأت نہ کریں۔ اور اُنکو یہ موقع ہرگز نہ دیا جاوے کہ آگ
لینے آئی اور گھر کی مالک بن بیٹھی اُنپر صادق آوے۔ جیسے کہ ضلع شاہپور والا حادثہ ہوا۔ ایک اور
امر قابل بیان ہے جس کے بیان سے میں کنارہ کشی نہیں کر سکتا اور وہ یہ ہے کہ مجھے اس خبیث
نیوگ سے ایک خاص طور سے درد پہونچا ہے اور وہ یہ ہے کہ گو نہ مجھے کبھی اس فعل شنیع کا
موقع ملا اور نہ خدا کرے کبھی کسی مُنش کو ملے مگر میری تمام قوم یعنی سکھوں کو اس امر کے لئے بطور بیرج داتا
کے منتخب کیا جاتا ہے اور وہ بوجہ بے علم اور بے وقوف ہونیکے اس امر کو باعث فخر اور
شجاعت سمجھتے ہیں اس لئے ایسی فرمائشوں کو بصد خوشی منظور کر لیتے ہیں اور اسکے بد اثر سے
آگاہ نہیں ہوتے اور اپنی قوم کی قوت طاقت اور حوصلہ کو دوسروں پر خرچ کرتے ہیں اور ضعف
اور کمزوری آئندہ نسلوں کے لئے وراثت چھوڑتے جاتے ہیں۔ پس میں ہر ایک پڑھنے
اور سننے والے سے ملتجی ہوں کہ حتی الامکان اُن بیچاروں کو اس امر سے باز رکھنے کی سعی بلیغ
کریں۔ اور آریوں کی خدمت میں بھی بصد منت التجا ہے کہ ایسی ہی باتوں نے سلطنت تو اس
قوم سے چھنوا دی ہے اب اور بھی اگر انکے متعلق کوئی ارادہ بد ہے تو معاف کریں تاکوئی
دن انکے گذر جاویں اور اپنی موہوم گذشتہ جنموں کے اعمال بد کی کسر اس ناپاک اصول
سے نکالیں ورنہ چاہ کندہ را چاہ در پیش۔

میرے خیال میں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ سے جلد فراغت حاصل کر لینی چاہیئے

ورنہ اس کے خطرات مالی اور جانی جو برداشت کرنے پڑیں گے بیشمار ہونگے۔ چنانچہ ایک آریہ سماج کے سیکرٹری سے استفسار کیا گیا کہ تم کسی زانی مرد یا زانیہ عورت کو اس کے کام سے کیوں روکتے ہو۔ کیا معلوم کہ تم میں سے کسی نے کسی کی عورت کا مونہہ کالا کیا ہوگا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اُسی طرح پر پیشر سے تمہیں یہ سزا دی ہو کہ اب تمہاری ناک میں دم بند کیا جاوے اگر کہو کہ یہ حرکت نازیبا اسی جگہ سے تازہ بتازہ شروع ہوئی ہے جبکا ابتدا اور جڑ پہلے جنموں میں نہیں ہے تو اسکا کونسا ثبوت ہے کہ پہلے جنم کی کرتوت کا پھل نہیں بلکہ ہر ایک شریر مرد یا عورت اور کئی بہانوں سے اس ناجائز فعل کو جائز قرار دیسکتی ہے۔ مثلاً کوئی عورت کہے کہ یہ مرد کمزور ہے اور مرد کہہ سکتا ہے کہ یہ عورت بیمار ہے حمل نہیں ٹھیر سکتا۔ تو کیا ان امراض کی تحقیقات ہوا کرے گی کہ انکی اس شرارت کا استیصال کیا جاوے پھر تو ان بہانوں سے ہر ایک گھر میں بربادی اور بے انتظامی برپا ہو جاویگی۔ حقیقت میں عورت کا عذر کرنا کہ میرا خاوند کمزور ہے زیادہ قابل سماعت ہوگا کیونکہ اسکے خاوند کی قوت باہ کا کون اندازہ کرے گا۔ ہاں وہی اندازہ کرے جو اپنے گھر میں اس سے نیوگ کرائے اور پھر اس عورت کو یقین دلائے کہ دیکھ نیک بخت! اس نے تو اپنی قوت اور جوانگی کا ثبوت قطعی طور سے دیدیا اور فلاں استری سے اولاد پیدا ہوگئی ہے۔ مگر اسپر بھی اُسکی تسلی اور تشفی محال ہے کیونکہ اسکو کیا معلوم کہ یہ کارروائی اُسی کے خاوند کی ہے یا کسی اور منش کی بدذاتی کا۔ الغرض زنا کاری کا قصہ کوتاہ اس بیحیائی کی حد نہیں مگر ہم ہمیشہ اس امر پر زور دینگے کہ خواہ آریہ صاحبان کتنے ہی نیوگ کرائیں خواہ سکھوں سے کرائیں یا برہمنوں سے کرائیں مگر اتنا یاد رکھیں کہ اس گند اور نجاست پر زور دینے سے کبھی انہیں وہ بات حاصل نہ ہوگی جسکی اُنہیں انتظار اور تڑپ ہے یعنی یہ کہ قوم ترقی کرے اور نمبر شمار میں اوروں سے بڑھ جاوے۔

ہماری مذہبی رائے یہ ہے کہ در اصل چند لچے اور بدمعاش لوگ آجکل نیوگ کی حمایت میں لگے ہوئے ہیں اُنکے چہروں سے مترشح ہوتا ہے کہ صرف اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنے کیلئے نیوگ کے فضائل اور خوبیاں بیان کرتے پھرتے ہیں اور بہت سے

سادہ لوح آریوں کی استریوں کو خراب کر رہے ہیں اگر انہیں کہا جاوے کہ تمہارے گھر میں اور
تمہارے فلاں رشتہ دار عورت کو نیوگ کی ضرورت درپیش ہے اور لڑکا پیدا نہیں ہوتا یا اُس کا
خاوند کچھ مدت سے دور کے ملک میں گم ہے۔ تم انہیں نیوگ کیوں نہیں کراتے تو
اس بات کو سنکر آمادہ پُرخاش ہو جاتے ہیں مگر دوسروں کی استریوں کا مونہہ کالا کرنیکے لئے
آدہی رات کو بھی مستعد اور طیار پائے جاتے ہیں۔ بھلا اس میں کونسی نیک نیتی اور مصلحت ہے
کہ اپنی عورتوں سے زنا کروانا برا سمجھتے ہیں اور دوسروں کی عورتوں سے بدکاری کا روا رکھنا
داخل ثواب اور اجر واجب الادا اقرار دے رکھا ہے۔ امید نہیں کہ یہ چالاکی اور شرارت
انکی دیرپا ہو کیونکہ لوگ ہوشیار ہوتے جاتے ہیں اور اُنکے دام تزویر میں کم گرفتار ہونگے
اب لالہ دیانندجی کا زمانہ چلا گیا ہے اور نہ ہر ایک شخص لالہ دیانندجی کی طرح بغیر استری کے ہے
کہ اُسے اپنی ماں بہن اور بہو بیوی کی نسبت غیرت نہو۔ اور ننگے دہڑنگے ہو کر پبلک کے سامنے کھڑا ہو جاوے

ہمارے بیان سے کوئی یہ خیال نکرے کہ نیوگ کی تردید اور تحقیر میں کوئی فائدہ
مرتب نہیں ہوتا کیونکہ سارے آریہ ایسے نہیں کہ اُنکی ضمیر قلب مر گئی ہے اور اس ناپاک کام کا
احساس نہیں کر سکتے بلکہ ان لوگوں میں جسطرح بہت سے زنا اور فسق و فجور کو اس ناپاک طریق سے
پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسیطرح بعض افراد ایسے بھی پیدا ہوتے جاتے ہیں کہ وہ
نیوگ کو نہ صرف زنا بلکہ زنا سے بدتر یقین کرتے ہیں اور ایسا کرنے والوں کو پاپی اور دشٹ
گمان کرتے ہیں اور اُنسے سخت بیزاری کا اظہار کرتے اور اپنے پُرانے عقیدہ سے توبہ
کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم حسب وعدہ بالفعل دو اشخاص کی تحریر ذیل میں لکھکر ہدیہ ناظرین کرتے
ہیں اور اُنکی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ جسطرح ہمارے مکرم معظم بھائی قاضی حبیب اللہ
صاحب لوگوں کی ہدایت اور تبلیغ حق میں مصروف رہتے ہیں اسی طرح اور بھائی بھی
فسق و فجور کو دنیا سے دور کرنے میں ہمیشہ سرگرم اور کوشاں رہینگے اور وہ تحریریں جنکا ہمنے اوپر ذکر
کیا ہے وہ یہ ہیں۔

توبہ نامہ

نقل مطابق اصل — نقل مطابق اصل

منشی صاحب حبیب اللہ جی۔ تسلیم۔ گو میں سماج میں داخل ہوں۔ مگر نیوگ کو زناکاری سے

بدتر سمجھتا ہوں۔ آئندہ میں پھر کبھی آپکے رقعہ کا جواب نہ دونگا۔ آپکا یہ کام ہے۔ کہ نیوگ کو جھٹ پیش کر دیتے ہو۔

یکم اپریل ۱۹۰۳ء

(دستخط) خاکسار دیوان چند سماجی (ضلع لاہور)

نیوگ سے استعفا

منشی حبیب اللہ صاحب

تسلیم۔ نسیم دعوت ارسال ہے گو میں پہلے نیوگ کا قائل تھا مگر اب نہیں رہا ہوں۔ لہذا مجھکو بحث دربارہ نیوگ سے معاف فرماویں۔ ۱۳ جون ۱۹۰۳ء

(دستخط) آپکا تابعدار امرناتھ (ضلع لاہور)

یہ صاحبان درحقیقت عملی طور سے آریہ سماج کے چوتھے اصول کے لحاظ سے حق کے قبول کرنے میں تن من دھن سے طیار اور مستعد ہیں اور کسی کے رُعب بیجا کے نیچے دیکر اپنی عزو شرف میں فرق نہیں ڈلوانا چاہتے۔ اور حق بھی یہی ہے کیونکہ آریہ سماج میں ہزاروں ایسے افراد بھی ہیں کہ وہ ایسے خلاف عقل و فطرت فعل سے بدل بیزار اور متنفر ہیں۔

حم ۱ میں ان دونوں صاحبوں کا از حد مشکور ہوں جنہوں نے راستی کو ترجیح دی ہے حق یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ دونوں صاحبان سوامی جی سے کمتر عزت کے لائق نہیں۔ آئندہ انہیں سوامی کے نام سے تعبیر کرنا ہر ایک نیک نہاد مہاشہ کا فرض ہوگا۔ اُمید ہے کہ ایسے اور سوامی بھی ہونگے جو قوم کی عزت رکھ لیں گے اور دوسروں کے سامنے ذلیل نہ ہونے دینگے۔ اسمیں شک نہیں کہ وید جسمیں نیوگ کی تعلیم ہے یا کم از کم دیانندی اصول کی جو فلاسفی ہے دریا بُرد ہو گئی ہے مگر میں تعجب کرتا ہوں کہ ۱۰۸ مہرشی سوامی امرناتھ جی اور ۱۰۸ مہرشی سوامی دیوانچند جی اگر نیوگ کی بحث اور تذکرہ سے گریز اور انکار کریں تو بجا ہے کیونکہ اُنکے نزدیک یہ فعل شنیع زناکاری سے بھی بدتر ہے مگر دوسرے آریہ صاحبان جو نیوگ کے گرم حامی ہیں وہ عام جلسوں میں خصوصاً جس جلسے میں استریں بھی ہوں نیوگ کے تذکرے سے کیوں بھاگتی ہیں کیا نیوگ کی حقیقت سے انہیں بیخبر رکھنا واجبی ہے تاکہ ایسا نہو کہ سب چڑیاں اڑجاویں۔ بہر حال اپنوں کے گھروں میں ہی آبیٹھیں گی۔ منہ

دراصل سوامی جی نے بہت ہی جرأت کی ہے کہ قوم کی عزت پر حملہ کیا ہے چنانچہ سوامی لکھتے ہیں کہ اُے ویرج (بیج) سینچنے کے قابل طاقتور مرد تو اس بیاہی عورت یا بیوہ عورتوں کو نیک اولاد والی اور خوش نصیب کر۔ اس بیاہی عورت میں دس اولاد پیدا کر اور گیارہواں عورتکو مان۔ اے عورت تو بھی بیاہے مرد یا نیوگ شدہ مردوں سے دس بچے پیدا کر اور گیارہواں خاوند کو سمجھ (ستیارتھ صفحہ ۱۴۸ باب ۴) یہ وید کا حکم ہے۔" ناظرین تعجب نکریں اگر ایسے مسائل کو دیکھہ دیکھہ کر بعض شریف الطبع آریہ صاحبان نیوگ پر لعنت کریں اور سوامی جی کی تعلیم کو دور سے سلام کریں۔ کیونکہ جس صورت میں سوامی جی مہاراج نے ایک عورتکو اجازت دیدی ہے کہ جبتک دس بچے پیدا نہ کرلے بریز بے تحاشا نیوگ میں تن من دھن سے مصروف رہے اور کسی کی پروا نکرے (شرم چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید) عفت چہ کتی است پیش عورتاں بیاید۔ مگر اس حکم وید میں (اگر درحقیقت وید کا یہ شلوک ہے) ایک پوشیدہ شرارت سے کام لیا گیا ہے میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ یہ وید کا حکم نہیں کیونکہ بعض سناتن دھرمی اس شلوک سے منکر ہیں اور اسے جعلی قرار دیتے ہیں اور وہ شرارت یہ ہے کہ عورت کو اجازت دس بچے پیدا کرنے کی ہے لیکن دراصل اُسکو اجازت ہے کہ ساری عمر ہی نیوگ کرتی رہے کیونکہ کونسا نیک بخت مہاشہ یا استری ہے جس کے گھر میں دس بچے پیدا ہوئے ہیں مراد سوامی جی کی یہ تھی کہ ساری عمر نیوگ کئے جاؤ۔ یعنی نہ دس بچے موت تک پیدا ہونگے نہ نیوگ کی بندش ہوگی۔[1] چنانچہ مشاہدہ بھی ہو رہا ہے کہ دس بچے ایک عورت خصوصاً ہندنی پیدا نہیں

حاشیہ

[1] پنڈت دیانند جی لکھتے ہیں کہ رنڈی بازی ہرگز نکریں مگر نیوگ کرلیا کریں۔ اب ہم اس شرارت پر ملالت کی قلعی کھولتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ پنڈت جی! جس صورت میں ایک استری گیارہ جوان مردوں کو سیر کرتی ہے اور انکی جوانی کا رس چوس سکتی ہے اور ایک پنڈت ا جوان خوبصورت عورتوں کو سیراب کرنیکی اجازت اور حکم رکھتا ہے پھر اُسکو رنڈی بازی کی حاجت ہی کیا رہ گئی۔ اجی وہ پتھر یا لوہے کا انسان ہے جو ۱۱ عورتوں پر بھی بس نہیں کر سکتا۔ بھولے لوگو دراصل یہ کھلی اُڑائی گئی ہے اور چالاکی اور ہنسی کیگئی ہے کہ ایک پنڈت گیارہ عورت

کر سکتی - پھر لازماً نتیجہ یہی نکلا کہ خواہ نیوگی مرد ہو یا نیوگن استری ہو - ایسی کار خیر میں نہایت مستعدی اور ہوشیاری سے مشغول رہے - اگر کوئی رشتہ دار یا بھائی جسکو اس کار خیر کے مشاہدہ سے شرم و حیا دامنگیر ہو اور اُسکو اس کار خیر سے روکنے کی کوشش کرے تو معاً اسکو بذریعہ عدالت سزا دلائے تاکہ آئندہ کسی محرم و نامحرم کو ایسی گستاخی کا موقع اور جرأت نہ پیدا ہو جاوے - مگر اتنا خیال رکھے کہ ایک ہی نیوگی مہاشے کی نہ ہو جاوے کیونکہ اُسمیں زندگی کا لطف جاتا رہیگا - ہاں گیارہ جوان آدمی زندگی بھر کے لئے کافی ہو جاویں گے - اور اسوقت بیسوائی کی ضرورت خواہ مخواہ مفقود ہو

مگر ہمیں خوف اس بات کا ہے کہ جس صورت میں ایک بدبخت عورت گیارہ مردوں تک خراب کر سکتی ہے اور ایک مرد گیارھویں عورت تک اپنا دست تعدی دراز کر سکتا ہے تو امان اٹھجاویگا کیونکہ بالغرض اگر کسی آریہ کے گھر کے ۱۱ مرد عورتیں ہوں اور اُن سبکو ہی (نعوذ باللہ) اتفاقات یا بد قسمتی سے نیوگ کی ضرورت پیش آجاوے تو پھر وہ گیارہ مرد و زن ایکسو اکیس (۱۲۱) مرد و زن کو خراب کر سکتے ہیں اور اُنکی عزت و شرف اور عصمت کو خاک میں ملا سکتے ہیں - پھر اور خوفناک فیصلہ طلب امر یہ پیش ہوگا کہ نصفا نصفی بچے تقسیم ہو کر ایکدوسرے کی جائداد منقولہ و غیرہ منقولہ کے دعویدار پیدا ہو جاوینگے اور بعض نیوگی اگر کسی خاص استری سے ایسے ہی چمٹے رہے جیسا کہ ایک صاحب متوطن ضلع شاہپور کیساتھ معاملہ ہوا تو یہ معاملات دربارہ تقسیم جائداد اور بھی پیچیدہ ہو جاوینگے اور ناحق دنگہ و فساد اور لاٹھی تک نوبت پہونچیگی بجائے قومی ترقی کے تنزل ہوگا - اور مقدمات میں زر کثیر صرف ہوگا -

اس مسئلہ نیوگ کے بطلان پر ایک یہ بھی دلیل ہے کہ اس مسئلہ کی عام طور سے اشاعت نہیں کیجاتی - چنانچہ ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ قصبہ بھیرہ میں جب ایک عظیم الشان جلسہ ہوا تو وہاں

بقیہ حاشیہ: سے حظ اُٹھا سکتا ہے اور ایک عورت گیارہ مردوں سے کمائیگم عمر تک گزار سکتی ہے ہمنے تو نہیں سُنا کہ رنڈی باز لوگ گیارھویں رنڈی تک جاویں بلکہ بالعموم دو چار رنڈیوں تک ہی اکتفا کرتے ہیں میری رائے تو یہ ہے کہ پنڈت دیانند نے ہنسی اور چالاکی کی ہے گو چند سال تک اور بھولے بھالے مہاشے اس امر کی تہ تک نہ پہونچیں مگر تجربہ اور زمانہ آخر سمجھا دیگا - منہ

نقارہ کی چوٹ سے اعلان دیا گیا کہ ہر ایک مذہب کا پابند جلسہ میں حاضر ہو کر کوئی اعتراض کرے اُسکا ضرور جواب دیا جاویگا آخر جب مستری احمد دین صاحب احمدی نے مسئلہ نیوگ کی حقیقت دریافت کی تو سب آریہ مہاتموں نے دست بدندان ہو کر کہا کہ مولوی صاحب یہاں شریف اور خاندانی استریاں فروکش ہیں اسلئے مناسب نہیں کہ اُنکے حضور میں ایسی باتیں کہی جاویں۔ اسپر مولوی صاحب نے فرمایا کہ صاحبان جس صورت میں نیوگ استریوں سے ہی کیا جاویگا تو پھر اُنکو اس مسئلہ کی حقیقت اور ماہیت سے کیوں ناواقف اور بے نصیب رکھا جاتا ہے۔ کیا اس مسئلہ کو مسلمانوں اور عیسائیوں کے حضور میں ذکر کرنا قرین مصلحت ہے اسپر وہ صاحبان دم بخود ہو گئے اور یہ بہانہ کیا کہ آپ کا وقت گذر گیا۔

اسیطرح خاکسار کو بھی لاہور میں مندر وچھو والی میں استفسار کرنے کا اتفاق ہوا تھا لیکن کسی نے نیوگ کی قسمت کا فیصلہ نکرنے دیا اور وہی بہانہ کیا کہ استریاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ اگر ان شریف استریوں کے دلوں پر نیوگ کا پرکاش اور اپدیش نہو تو کیا لڑکوں اور مردوں کو ہی نیوگ کا اپدیش کرنا ازبس ضروری ہے۔ لڑکوں کو اس امر کی ضرورت مطلق نہیں۔ ہمارا آخری فیصلہ اور رائے یہی ہے کہ خواہ کتنا ہی نیوگ کراؤ مگر شریف الطبع اس شرارت پر رذالت سے بدل بیزار اور منکر رہینگے کیونکہ ہندوؤں کی کمی اور ترقی معکوس اس مردم شماری سے ظاہر ہوگئی ہے جس میں یہ ظاہر ہوا ہے کہ ۵۸۵۰۰۰ اہل ہنود وغیرہ کم ہو گئے ہیں اور مسلمان پچاس لاکھ زیادہ ہو گئے ہیں۔

اگر آریہ صاحبان اہل اسلام کے اصول پر چلیں یعنی ایک عورت کو اجازت نہ دیں کہ ۱۱ مردوں کو ناپاک کرے اور ایسے ہی مرد کو بھی منع کر دیں کہ گیارہ استریوں پر ہاتھ صاف نکرے تو انکی مردم شماری میں دس سال میں ایک کروڑ ۲۴ لاکھ سے زائد بنی نوع کی ترقی تعداد میں ہوگی۔ اور ایک صدی میں ۴ کروڑ ۲۸ لاکھ آریہ ہندو وغیرہ ترقی کر جاوینگے۔ لیکن موجودہ سسٹم جو انہوں نے بجبر جاری کیا ہوا ہے اُس سے ترقی کا تو کیا ذکر۔ ایک صدی میں ۸۵ لاکھ ۵۰ ہزار نفر کی کمی و ربودگی یقینی ہے جیسے کہ اس گذشتہ مردم شماری کے نتائج سے ظاہر ہوا ہے۔ گویا ضد اور کینہ اور تعصب سے اندھے ہو کر ایک صدی میں ۱۵ کروڑ انسانوں کا بدست خود نقصان اور خون کر رہے ہیں۔ مناسب ہے کہ سب ہندو آریہ و سکھ صاحبان نیوگ کو جانے دیں اور اصول اسلام کو قبول کر لیں تو

آبادی میں ترقی نمایاں ہوگی۔ اگر سو سال میں ۱۵ کروڑ ہندوں کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کرینگے تو خدا کی درگاہ میں مستوجب سزا ہونگے۔ پس جس صورت میں گوشت کھانے میں انہیں ترس آتا ہے تو پھر تعجب کی بات ہے کہ ۱۵ کروڑ ہندوں کی عورتوں اور مردوں کے ضائع کرنے پر افسوس نہیں آتا جنسے ایک ملک آباد ہوسکتا ہے اور تعلیم یافتہ لوگوں سے قوم ذی عزت ہوسکتی ہے افسوس کا مقام ہے کہ سوامی جی ارشاد کرتے ہیں کہ اگر کوئی جوان لڑکی یا لڑکا آج ہی بیاہا جاوے لیکن دوچار روز کے بعد اُن میں سے کوئی مرجاوے تو اُس رنڈی لڑکی لڑکے کو عمر بھر خاص شخص سے شادی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ایسے مرد یا عورتیں صرف نیوگ پر گذارہ کیا کریں اور اپنے وجود با جود کو مہاتما پنڈتوں کے لئے وقف کردیویں۔ میں شریف الطبع خاندانی آریوں سے بادب پوچھتا ہوں کہ کیا سوامی جی کا یہ فرمان عقل و انصاف اور شرم حیا کے برخلاف ہے یا نہیں؟ بھلا کوئی بھلا مانس مہاتما پنڈت یا تعلیم یافتہ (ایجوکیٹڈ جنٹلمین) اس امر کو پسند کرسکتا ہے کہ اُسکی بہن یا لڑکی کو جسکا اپنے خاوند سے دوچار روز ہی ملاپ ہوا ہو اُسکو بعد از مرگ خاوند عمر بھر کیلئے لوگوں یا پنڈتوں کے لئے وقف کردے؟ ہرگز نہیں۔ اجی دو چار روز میں کیا لڑکی یا لڑکا اپنی عمر کا اندوختہ خرچ چکتے ہیں یا اُن میں اور کنوارا مرد و عورت میں

کوئی بڑا فرق ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ جس صورت میں شادی کی علت غائی صرف اولاد پیدا کرنی ہی ہے تو کیا دوچار دن کی شادی کے بعد جو جوان لڑکی بیوہ ہوگئی ہے اُسکا اگر کسی جوان ہم عمر مرد سے بیاہ کردیں تو کیا وہ اولاد نہیں جنے گی کیا مردہ خاوند دوچار روز ہی میں اسکی اندر کی ساری روحیں اور رطوبتیں خورد برد کرگیا؟ کیا اُس کو جوان عورت نہیں کہا جاویگا کیا وہ بوڑھی رانڈہ عورتوں میں محسوب ہوسکتی ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ ہم نہایت التہاب اور درد مند دل سے یہ چاہتے ہیں کہ اس بیان پر غور کرکے بعض صاحبان جو غیرت حمیت اور خاندانی حیا اور شرم کا حصہ وافر رکھتے ہیں بذریعہ اشتہار ایسے قبیح مسئلہ اور رسم کی بیخکنی کریں گے یا کم از کم ہمیں اپنی تحریر اور بیزاری دربارہ بدکاری نیوگ سے مطلع فرماویں گے مجھے یقین کامل ہے کہ اگر کوئی صاحب آج سے اپنی جوان خوبصورت لڑکی سے جو چند روز ہی کے اندر بیوہ ہوگئی ہے۔ نیوگ کرائیگا اور گیارہ جوان مردوں سے

میل جول کرنے کی اجازت دیگا تو وہ ضرور ذلیل ہوگا اور لڑکی گیارہ میں سے کسی ایک کی ہوکر رہے گی اور کسی ماتا پتا کا کہنا نہ مانے گی - پس بہتر ہے کہ شریف آریہ صاحبان ضرور اس مسئلہ کی تردید میں ہمارے پاس مضامین ارسال کریں یا کم از کم ہمارے مضمون ہذا پر اتفاق رائے کا اظہار کریں اور قوم کی عزت کو بچا دیں ہم نے سنا ہے کہ بعض عالی شان اور خاندانی شریف ہندنی عورتیں ایسی ہیں کہ اگر انہیں کسی غیر مرد سے نیوگ کرنیکی تحریک کیجاوے تو وہ ضرور کچھ کھا کر اپنی جان پر کھیل جاوینگی پر غیر مرد کا موہنہ نہ دیکھیں گی اور اپنے ننگ و ناموس کا دامن چاک نہیں کریں گی - مگر حیف ہے اُن اپدیشکونکی سمجھ پر اور وائے اُن مہاتما پنڈتونکی فراست پر جو نیوگ کے تحت حامی ہیں

معزز بلند منزلت ذی وقار دانشمندوں کے روبرو طوالت کی ضرورت نہیں مگر اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک مختصر مضمون مشتمل بنا بر فیصلہ جات چیف کورٹ پنجاب عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگا جس میں یہ دکھایا جاویگا کہ ہندو لا کی رو سے وہ لڑکے جو اصلی خاوند کی شادی اور مجامعت کے بغیر پہلے ہی انسانی جنم سدھارتے ہیں وہ بھی اُس دیوث خاوند کی جائداد کے وارث ہیں جو اُس حاملہ استری کو بیاہ میں لائیگا جسنے قبل از نکاح پہلے ہی کسی مہاشہ کی منت سماجت کر کے اپنا پیٹ پالا ہوا ہے - لاحول ولا قوۃ الا باللہ

پس جب ناظرین تمکین آریوں کی طرز پیدائیش سے جو بذریعہ نیوگ بتلائی جاتی ہے آگاہ ہو گئے تو مناسب معلوم ہوا کہ انکے مونکی رام کہانی بھی کسی قدر سنادی جاوے - تاکہ لوگ اس کے اثر بد اور جرائم سے محفوظ رہ سکیں -

مُردہ جلانا

علاوہ خطرناک اور بنی نوع آدم کو دکھ دینے والی رسومات کے ایک اور بدرسم وید کے مقلدوں کو وید سے یہ ملی ہے کہ وہ مُردوں کو دفن نہیں کرتے بلکہ وہ میت کو آگ میں جلا دیتے ہیں - اس امر کے متعلق غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جو نقصانات اس بدرسم سے پیدا ہوتے ہیں وہ اتنے ہیں کہ انکا شمار کرنا حد قیاس سے باہر ہے - لیکن پیشتر اسکے کہ اُن نقصانوں کو تفصیل

بیان کیا جاوے اتنا لکھنا ضروری ہوگا کہ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کا نیچر کسطور پر واقعہ ہوا ہے آباد دنیا جو خدا تعالیٰ کا فعل ہے اس میں نیچر کیسا واقعہ ہوا ہے سو ہم دیکھتے ہیں کہ ادنیٰ پرندے سے لیکر بڑے بڑے پرندوں میں قدرت نے یہ عادت ڈالدی ہے کہ وہ اپنے مردے کو دبا دیتے ہیں مثلاً اگر کوا ~~اتفاقاً~~ جنگل میں فوت ہوجاوے تو اس کے ہم جنس پرند اس کو گڑھہ کھودکر دبا دیتے ہیں اسی طرح اور پرندوں کی بھی یہی عادت مستمرہ ہے کہ مردہ پرندہ کو دفن کردیا جاتا ہے علاوہ ازیں اور حیوانات میں بھی یہی دیکھا گیا ہے۔ لیکن بعض آدم زاد اقوام مردہ کو جلانا ہی بہتر اور قرین مصلحت سمجھتے ہیں۔ لیکن تاریخ اور تجربہ گواہی دیتے ہیں کہ اس بدرسم نے بنی آدم کا بہت سا مالی جانی نقصان کیا ہے اور آئے دن اسکی ضرر سے لوگوں میں واردات ہوتے رہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ ضلع لاہور میں ایک ہندو امیر کبیر تھا اور دو چار اسکے بھائی بھی تھے۔ جنہیں پرائیویٹ معاملات کیوجہ سے نفاق پیدا ہوجانے پر باہم رنجش اور کشیدگی بڑہتی گئی۔ بوجہ پردہ نہ ہونیکے وہ ایکدوسرے کے گھر میں بلا تکلف آمدورفت رکھتے تھے آخرکار اس بدرسم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بھائی کا ناجائز تعلق اس امیر کبیر بھائی کی بیوی سے ہوگیا۔ شامت اعمال سے وہ بدبخت امیر بیمار ہوگیا اور اس کی بیوی اور اسکے یار نے یہ تجویز کی کہ بجائے دوائی کے اس بیمار کو زہر دیجاوے چنانچہ یہ منصوبہ انکا بن پڑا لیکن اس نیم جان بیمار کو اس شرارت سے اطلاع ہوگئی آخر ان دو بھائیوں نے ملکر زبردستی اسکو زہر دی جسکا کچھ حصہ بمشکل اندر گیا اور حالت دگرگوں ہوگئی اور باہر سے لوگوں کی آمدورفت قطعاً بند کردی اب وہ امیر کبیر بہمہ وجوہ معزز اور حاکموں کے ہاں وجیہہ اور ممتاز و دانشمند تھا اُسنے حکام بالادست کو اس امر کی اطلاع کرنیکی بہت کوشش کی مگر بیفائدہ آخرکار بڑی دیر کے بعد اُسکا ایک رقعہ حکام بالادست کو جا پہونچا ادھر اُن بدبخت بھائیوں کو بھی اس رقعہ سے اطلاع ہوگئی انہوں نے بہت جلدی کرکے اسکے مارنے کی کوشش کی مگر ابھی وہ ادموا سا تھا کہ اسکو قبرستان میں جلانے کے لئے لے گئے اور جیتے جی اسکو آگ میں رکھدیا کہ ایسا نہ ہو کہ تحقیقات شروع ہوجاوے اور اُسکے پیٹ سے زہر کا نشان پایا جاوے اور یہ بدمعاش اپنی شرارت کی سزا اور پاداش کو پہونچیں قصہ کوتاہ اُنہوں نے جلدی جلدی نہایت بے رحمی اور سنگدلی سے نیم برشت کردیا اور لوہے کی اوزاروں سے

حاشیہ سلہ لالہ لیکھرام صاحب لکھتے ہیں کہ مردہ دفن کرنا کوے کی اقتدا اور پیروی کرنا ہے اس لئے یہ امر زبون عملدرآمد کے لائق نہیں پس پنڈت جی کو ہی مناسب اور لازم تہا کہ مونہہ کی طرف سے بھوجن نہ کھاتے کیونکہ مونہہ کیطرف کہانا کوے کی اقتدا اور پیروی ہے۔ پنڈت صاحب کے اس قول مثل البول کے حامیوں کو بھی لازم ہے کہ مونہہ کی طرف سے نہ کھاویں ورنہ .... منہ

اسکے نیم سوختہ جسم کو پاش پاش کیا پس اگر یہ لوگ مردہ کو دفن کرنیکی عادت رکھتے تو ممکن نہ تھا کہ ان شریر النفس بھائیوں سے یہ حرکت ظہور میں آتی۔ اسی طرح ایک اور جگہ کا ذکر ہے کہ دو مسلمان آدمیوں نے شرارت کی اور جلدی سے لاش کو دفن کر دیا عند التحقیقات مبیت کے پیٹ سے زہر برآمد ہوئی اور مجرم اپنی پاداش کو پہونچے الغرض اسطرح کی بہت سی واردات جاہل سکھوں میں اور عام اہل ہنود میں بکثرت وقوع میں آتی ہیں لیکن اس بدرسم نے پردہ ڈالا ہوا ہے۔ قربان جاویں اس نبی اُمّی صلعم پر کہ باوجود اُمّی ہونے کے ایسے قواعد باندہے کہ اُس کی قدر ہمیں آج معلوم ہوتی ہے اور دوسری قومیں اس فیض سے محروم اور بے نصیب ہیں۔ اللّٰہم صل علیٰ محمد صلعم۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہنود جو اگنی وغیرہ کے ہمیشہ سے پجاری رہے ہیں اور پارسی لوگ جو آتش پرست ہیں وہ بھی انکے بھائی بند ہیں انہیں ابتدا روزگار سے اگنی کے ساتھ ایک خاص تعلق اور اخلاص رہا ہے اور نہیں چاہتے کہ اگنی دیوتے کے بغیر کسی اور کو مردہ سونپیں۔ آجکل بوجہ کثرت طاعونی وارداتوں کے لکڑی بہت گراں اور بعض اوقات ناقابل حصول ہوتی ہے اس لئے اکثر مُردوں کی یہ حالت ہوئی ہے کہ بعض اوقات ابھی مردہ اچھی طرح جلا نہیں ہوتا اور آگ کم ہوتی جاتی ہے کہ کُتے گھسیٹ کر نوش جان کرتے ہیں اور مردوں کی کھوپریاں اکثر بر سر راہ دیکھنے میں آئی ہیں اور بدبو سے دماغ پھٹا جاتا ہے سوامی جی اور بعض لوگ مردہ کو جلانے میں یہ حکمت قرار دیتے ہیں کہ بدبو نہیں پھیلنے پاتی۔ لیکن مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہوا کہ واقعات نے ظاہر کر دیا کہ کتنوں نے اس ضرر کو اور بھی دوبالا کر دیا قطع نظر اسکے اگر زمین میں مردہ کو دفن کرنیکی طرف غور کریں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص گہرائی اور قبر کی لحد میں مردہ کو باقاعدہ دفن کیا جاوے تو اسمیں کوئی بدبو اور کسی طرح کی قباحت ضرر رساں ثابت نہیں ہوئی اور نہ ہوئی ہے۔ اور نیز لکڑیوں کے بہم پہونچانیکی نسبت کم خرچ پڑتا ہے جتنے خرچ میں ایک ہندو مردہ جل سکتا ہے اتنے میں دو تین سو مردے دفن ہو سکتے ہیں۔ اور آجکل پلیگ نے تو مردہ کو جلانا اور بھی دوبھر اور ناقابل برداشت کر دیا ہے اگر ویدنے مردہ جلانا ہی انکو سکھایا ہے تو چاہیئے تھا کہ یہ لوگ وید کے احکام کی پوری طرح بجا آوری کرتے۔ یعنی جیسا کہ لکھا ہے کہ گھی یعنی روغن زرد کستوری اور عود کی لکڑی وغیرہ میں مردے جلانے چاہئیں اور

اُسطرح باقاعدہ جلاتے مگر اسطرح جلانا محال ہے - اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ لوگ جو وید وید کرتے پھرتے ہیں کہانتک اسپر عامل ہیں - یہ صرف زبانی لافیں ہی مارتے ہیں دراصل وید کے احکام کی قدر ومنزلت انکے دلو نمیں ہرگز نہیں - خواہ انکے ہاں کوئی کسی احکام کی خلاف ورزی کرے انکے ہاں کوئی دوش نہیں - مگر بنظر عمیق دیکھا جاوے تو یہ امر بداہت تام معلوم ہوتا ہے کہ جتنے آریہ لوگ پھرتے ہیں انمیں الاماشاء اللہ کوئی بھی وید پڑھا نظر نہیں آتا اکثر جاہل دکاندار اپنا نام سماج میں لکھاکر پھولے نہیں سماتے اور بازاروں اور گلی کوچوں میں دوسرونکی عیب شماری اور ہنسی اور ٹھٹھے میں مصروف ہیں لیکن انکی اس سرگرمی کو دیکھکر اگر کوئی عین مجلس میں یہ کہدے کہ اے بھائی تم وید کی منادی کرتے ہو - تمہاری بہن کے گھر اور خالہ کے گھر نیوگ کی سخت ضرورت درپیش ہے تم اُسکا فکر کیوں نہیں کرتے ان بیچاریوں کو پاپی بنا رہے ہو اور خود پاپی بن رہے کیا یہ وید کا حکم نہیں کہ بوقت ضرورت دیدیا گیا ہے کہ نیوگ کیا جاوے اسپر یہ اندھے اور عقل کے مارے چپ اور خاموش سرنگریاں ہوجاتے ہیں یہ کوئی فرضی بات نہیں جو لکھتا ہوں - بلکہ واقعی ایسی حالتیں اور واقعات پیش آچکے ہیں پھر انہیں کہا گیا کہ تم شرم کیوں کرتے ہو اگر فی الحقیقت نیوگ کرانے میں کوئی دوش نہیں تو اس کار خیر میں دیر کاہے کی ہے بموجب ایک مثل کے کہ "شرع میں کیا شرم" - بے دھڑک لوگوں کو اعلان کردو کہ ہمارے گھر میں ایسی صورت پیش آگئی جیسے کہ ستیارتھ پرکاش باب ۴ میں لکھا ہے - لیکن اتنا خیال رکھیں کہ کہیں گورنمنٹ بوجہ فحش اور ناپاکی اور بدبو سے بھرے ہوئے گند پھیلانے میں تمہیں گرفتار کرکے قید نہ کردے جس سے بجائے ایک دو جگہ میں ضرورت نیوگ کے ایک اور آسامی تمہارے ہی گھر میں خالی ہوجاوے - پس بہتر یہی ہے کہ اگر وید کے گرویدہ ہو تو کم از کم اس کو خود پڑھو مبادا تمہایں کوئی کچھ کا کچھ سناکر تمہارے گھروں کو ناپاک اور دلوں کو نجاست سے آلودہ کرتا جائے اور چپکے چپکے تمہارا سر مونڈتا جاوے اور تمہاری بیویوں بہنوں اور خالاؤں سے زنا کرکے آپ سانڈ اٹھاتا پھرے اور تمہیں دم بکرا اُلو بناوے اور تمہاری عزت اور قدر ومنزلت خاک میں ملادے -

ناظرین پر واضح ہو کہ آریہ سماج کے ممبروں سے خود ہی پوچھیں یا وہ خود ہی اپنے آپ پر

سوال کریں کہ آپ لوگوں نے بچشم خود وید کا کیا دیکھا جسکی خاطر اتنی بے نثرمیاں اور لعن طعن کا نشانہ بنگئے ہیں۔

اگرچہ آریہ صاحبان نہ تو خود وید کے ماہر ہیں اور نہ دوسروں کے تراجم کو معتبر اور ستنہ یقین کرتے ہیں ہاں صرف لالہ دیانندجی کی رکیک تادیلوں پر اندھا دہند بھروسہ اور ایمان ہے۔ جس نے عجیب و غریب تادیلوں سے توحید وید سے ثابت کرنیکی کوشش کی ہے مگر ہم انکی تادیلوں کو بڑے مستحکم اور مضبوط دلیل سے طشت از بام کرتے ہیں وباللہ التوفیق

اے لو چور پکڑا گیا

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ قریباً دو ارب بنی نوع انسان وید کی حقیقت اور ماہیت صرف یہی جانکر اور یقین کرتے ہیں اور کرتے رہے ہیں کہ اس میں دیوتا پرستی آتش پرستی بت پرستی اور عناصر پرستی کا

حاشیہ متعلق صفحہ ۳۴

۱۵ - سوامی دیانندجی تحریر کرتے ہیں کہ مردہ کے دفن کرنے میں بہت خرچ آتا ہے مگر مردہ جلانے میں کم خرچ آتا ہے لیکن آگے جاکر (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۲۸) میں لکھتے ہیں کہ مردہ جلانے کے لئے مردہ کے جسم کے برابر روغن زرد ڈالیں مثلاً اگر کسی کا جسم ایک من ۔۳ سیر ہو جیسا کہ اکثر ونکا ہوا کرتا ہے تو اُسپر ۶۰ روپیہ کا صرف روغن زرد خرچ ہوگا اور فی سیر گھی میں رتی بھر کستوری (نافہ) اور ایک ماشہ کیسر - کم از کم بیس سیر صندل ڈالے زیادہ چاہے جس قدر ہو۔ اگر تگر پلاس وغیرہ لکڑیاں درکار ہیں چنانچہ اگر باقاعدہ مردہ جلایا جاوے اور لفظ وغیرہ پر عملدرآمد ہو تو قریباً دو سو روپیہ ایک مردہ کے جلانے میں خرچ ہوگا۔ یہ کسقدر جہالت کی بات ہے کہ مردہ دفن کرنے میں زیادہ خرچ آتا ہے۔ پر مذکورہ بالا طریق سے جلانیمیں کفایت شعاری ہے - جس صورت میں آپ یہ درست ہیں کبھی یہ قانون چل نہیں سکتا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ قطب شمالی اور ممالک سرد میں جہاں ان اشیا کا ملنا محال ہے ان اصول پر عملدرآمد ہو سکے۔ آگے ہی مثل مشہور ہے کہ بنئے کی کمائی مکان یا بیاہ نے کھائی اب اسکی اصلاح ہو کر یوں بولنا چاہیئے کہ آریوں کی کمائی مردہ نے کھائی۔ اور گھر کی تباہی آئی منہ

طوفان بے تمیزی جوش وخروش میں ہے لیکن آج چند لوگوں نے صرف لالہ دیانندجی کے کہنے پر یہ مان لیا ہے کہ اُس میں توحید ہے۔ اور پانچہزار سال گذرے کہ دنیا بھر میں آریوں کی حکومت اور وید کی توحید کا دریا بہتا تھا۔ لیکن علم زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ محض گپ اور جھوٹ ہے اس میں شک نہیں کہ آریوں نے اپنی فرضی سرسبزی اور فتوحات یا ناکامیونکی تاریخ نہیں لکھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عناصر پرستی اور ادبار وغیرہ کے حالات قلمبند کرنے آئندہ نسلوں کے لئے جائے شرم تھے۔ لیکن زمانہ قدیم کی سیاہ کاریاں کسی صورت میں چھپ نہیں سکتیں خواہ ...... کتنی ہی پردہ پوشی اور اغماض سے کام لیا جاوے اور صدہا سوامی بار بار جنم لیکر رکیک تاویلوں سے ویدک دھرم پر ملمع سازی کریں۔ کیونکہ زبان اور اسکے محاورات کسی ملک وملت کی تاریخ کو صفحۂ روزگار سے محو نہیں ہونے دیتے۔ سنسکرت زبان جو قدیم زمانہ میں شمالی ہند میں بولی جاتی تھی اور اب بھی کانشی میں بعض پنڈت بولتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج چاند وغیرہ صدہا دیوتاؤں کی پوجا ہوتی تھی۔ چنانچہ ہفتہ کے دنوں کے نام ظاہر کرتے ہیں کہ شرک کی مرض قدیم ویدک دھرم کے آریوں کے رگ وریشہ میں سرایت کر گئی تھی سنسکرت میں یکشنبہ کو ایتوار یا ادیتوار (یعنی سورج کا دن) کہتے ہیں جو سورج دیوتا کے لئے مختص کیا گیا تہا اُس روز خاص سورج کی پوجا ہُوا کرتی تھی۔ اسیطرح اینوار کا دوسرا نام روی وار (یعنی سورج کا دن) بھی مشہور ہے اسی طرح دوشنبہ کو چندروار (چاند کا دن) سنسکرت میں مستعمل ہے علاوہ ازیں بھوم (منگل)، بدھ (نام دیوتا)، برہسپت (نام دیوتا) سکر (بھرگو نام دیوتا) ہفتہ (شنیوار) سنسکرت میں بولا جاتا ہے۔ غرضیکہ صدہا قدیم رسومات وغیرہ کے تہواری دن و بعض خوشی کے ایام اور انکے نام ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ نام زمانہ قدیم میں اُن دیوتاؤں کے لئے تھے جنکی پوجا ہوتی تھی اور ہو رہی ہے۔ جیسے کہ انہی آریوں کے بھائی وسط ایشیا سے جا کر یورپ میں جا بسے تھے اور اپنے ساتھ آریوں کی بُت پرستی اور شرک کو ہمراہ لے گئے چنانچہ انگریز آجتک آریوں کی طرح ایتوار (سورج کے دن) کو (Sunday) سنڈے یعنی سورج کا دن کہتے چلے آئے ہیں اور سوموار کو منڈے (MONDAY) چاند کا دن (چندروار) کہتے ہیں اچھا وید میں جہاں جہاں ماتا پتا ادیت۔ منو۔ اگنی وایو۔ اندر وغیرہ وغیرہ

سے خطاب کرکے دعائیں اور مناجاتیں گائی گئیں ہیں وہاں تو سوامی جی نے رکیک تاویلوں سے کھینچ تان کر ان سبکو اسماءِ الٰہی قرار دیکر شرک اور عناصر پرستی سے وید کو بچایا لیکن اب تو ہفتہ کے دنوں میں سورج کا دن چاند کا دن وغیرہ وغیرہ ساتوں دن خاص خاص دیوتاؤں کے اسماءِ گرامی کے لئے مختص ثابت ہوئے ہیں کیا اب بھی کوئی بھلا مانس یہ کہے گا کہ سورج اور چاند دونوں پرمیشر کے نام ہیں اور انہی کے نام پر یہ اور باقی دن وقف کیئے گئے ہیں۔ اگر ایسا ہی کیا ہوا ہے تو پھر زمانہ قدیم کے ہندوؤں اور سناتن دھرمیوں کو دوش نہیں دینا چاہیئے کہ وہ سورج چاند وغیرہ کو سجدہ کرتے ہیں اور اُنکی پوجا کو سعادت دارین تصور کرتے ہیں۔ انگریزوں نے تو مان لیا ہے کہ (Sunday, Monday, Friday) وغیرہ وغیرہ جو ہفتہ کے دن ہیں ان سے اُنکے آباؤ اجداد کا مشرک اور توحید سے جاہل ہونا ثابت ہے اور ایسی رکیک تاویلیں نہیں کیں کہ اتوار (سورج) بھی خداوند مسیح کا دن ہے اور سوموار یعنی چاند روح القدس کا دن ہے … پس یہ ساتوں دن اور انکے نام قدیم زبان سنسکرت اور قدیم کتب سنسکرت میں پائے جاتے ہیں اور یہ قدیم ہندوؤں اور آریوں کی مذہبی حالت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اسلام نے ایسے مشرکانہ ناموں سے ابتدائً پرہیز کی ہے اور کوئی کہہ نہیں سکتا کہ ایسے مشرکانہ نام استعمال کیئے گئے تھے۔ بعض انگریزوں نے پندرہویں صدی کے بعد ریفارمیشن (تجدید دین) سے متاثر ہو کر مشرکانہ ناموں سے نفرت کی اور پہلا دن دوسرا دن وغیرہ عربی اصطلاحوں کی نقل اور پیروی کی مگر پرانی مشرکانہ عادتیں بوجہ رگ و ریشہ میں سرایت کر جانے کے بآسانی کافور نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ قدیمی ادھرنگ دور نہ ہوا لیکن آریوں کو ابتک یہ خیال نہیں آیا کہ مشرکانہ ناموں کو دفع کیا جاوے اسی طرح سوموار کا نام بھی کسی قدیم عادت بد کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور علم زبان سے صرف آریہ قومیں مشرک ہی ثابت نہیں ہوتیں بلکہ بعض غلط کاریوں کا بھی سراغ لگتا ہے چنانچہ شراب کو سنسکرت زبان میں سُراپان[1] کہتے ہیں جسکے معنے یہ ہیں "پاک لوگوں کے پینے کی چیز" پس جس صورت میں شراب پاک لوگوں (قدیم آریوں) کے پینے کی چیز ہے پھر معمولی آریوں یعنی چھتریوں ویشوں اور شودروں کے لئے نہ صرف شراب (حلال اور) پاک چیز ہوگی بلکہ بھنگ چرس گانجہ افیون اور ہر ایک نشہ کی چیز خوشگوار اور

[1] سراپان (سُرا ہُوا پانی) شراب

حلال ہوگی۔ سوم بھی شراب کو کہتے ہیں غالباً سوموار کا دن صرف شراب پینے کے لئے ہی مختص کیا گیا ہوگا قصّہ کوتاہ صدہا نام ایسے ہیں جو نہ صرف آج سے ہیں بلکہ ہزار ہا سالوں سے چلے آتے ہیں وہ اس زمانہ کی تاریخ کو منکشف کر رہے ہیں جنہیں آریوں کے جکڑ و رتی اجاڑ کی تہذیب کا سمندر بہتا تھا۔ اب بھی اگر کوئی آریہ مہاشہ ویدک دھرم اور وید کی تعلیم[۱] سے دست بردار ہوکر مشرف باسلام نہو تو اُسپر حیف ہے۔ ہمارا کام حقیقت کو آشکار کر دینے کا ہے آگے اگر کوئی نہ مانے تو اُس کی مرضی۔ دنیا روزے چند آخر کار با خداوند۔ ماؤں اور باپوں اور بھائی بہنوں کی محبتیں اور پیار کسی صورت میں عذاب الٰہی اور دوزخ کی آتش سوزاں سے بچاؤ کا سامان نہیں ہو سکتا۔ جسطرح لفظ سراپان اور گھوگھٹا اور ہفتہ کے مشرکانہ نام قدیم آریوں اور ویدک دھرم کے اصول مذہبی کا پتہ لگتے ہیں اسی طرح بعض رسومات سے بھی ان کی تمدنی اور اصول معاشرت کا پتہ لگتا ہے چنانچہ سوامی دیانندجی نے بیاہ کے آٹھ قسم لکھے ہیں (ستیارتھ پرکاش باب ۴) اور منوجی نے گیارہ قسم کے بیٹے لکھے ہیں (دیکھو منو ۹ ادھیاد دربیان تقسیم حصص وحق وراثت) (۱) مخنث کا بیٹا غیر سے پیدا کروایا ہوا کشتیرج کہلاتا ہے

حاشیہ

[۱] اسمیں کوئی شک نہیں کرسکتا کہ یورپ کے فاضل عالم ..... اس زمانہ میں ہر ایک علم و فن میں ترقی کے معراج پر پہونچے ہوئے ہیں جنکے سامنے کوئی ایشیائی قوم لگا نہیں کھاتی۔ اس لئے مناسب خیال کیا گیا ہے کہ اُن فاضلوں کی بے لاگ شہادت دبارہ حقیقت وید اندراج رسالہ ہذا کیجاوے جو بجائے خود کسی مذہب کے بھی حامی اور مددگار نہیں۔ چہ جائیکہ کسی علم اور حکمت سے روپوشی کریں انکی رائے یہ ہے بلاشک حق یہ ہے کہ ویدک مناجاتیں بعض خاندانوں کے رشیوں کے نتائج طبع ہیں۔ جنمیں سے بعضوں کے نام محفوظ ہیں ..... وید بہت پرانا ہے جسکی اکثر مناجاتیں دیوتاؤں کی طرف خطاب کی گئی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آریہ لوگ پنجاب کے دریائے سندھ کے نواح میں بود و باش رکھتے تھے ...... یہ من چلی قومیں اپنے آپ اور اپنے دیوتاؤں پر بڑا بھروسہ رکھتی تھیں اور فتحمند دنکی طرح اپنے معبودوں اور اپنی قوم کے افراد کو مفتوح اقوام سے بہتر اور افضل

(۲) کسی کا بیٹا متبنہ بنایا ہوا وراثت کا مستحق ہے (۳) ہم قوم او عیب و ہنر جاننے والا جو بیٹا بنایا جاوے وہ کرترم کہلاتا ہے (۴) اور جو گھر میں کسی نامعلوم شخص کے تخم سے پیدا ہو وہ گوڑھ اُپتن کہلاتا ہے (۵) اور عاق کردہ پسر کو اگر کوئی بیٹا بنالیوے تو وہ آپ بدھ کہلائے گا (۶) بدون شادی ہوے دختر نے جو بخانہ والد خلوت میں بچہ پیدا کر دیا ہو وہ کانین کہلا کر اپنی ماں سے بیاہ کرنے والے کی جائداد کا وارث ہوگا جب وہ خاوند کریگی (۷) جس لڑکی کو شادی سے پہلے ہی حمل ہو جاوے وہ لڑکا پیدا ہو کر سہوڑ کہلائے گا

گمان کرتے تھے۔ اور مختلف دیوتاؤں کی مدح سرائی اور پوجا کرتے تھے لیکن اندر دیوتا جو بوجہ بارش لانے کے نہایت مفید تہا اسکے حقمیں بہت سی مناجاتیں گائی گئی ہیں چنانچہ مفصلہ ذیل شرتی سے معلوم ہوگا "اے اندر! دیوتے تجھ تک نہیں پہونچ سکتے اور نہ ہی آدمی پہونچ سکتے ہیں تو طاقت میں تمام دیوتاؤں پر غالب ہے۔

اندر سے دوئم درجے پر اگنی دیوتا ہے جس کے حق میں مدح سرائی کی گئی ہے۔ ۳۳ دیوتاؤں میں سے ۱۱ آسمان میں اور ۱۱ آکاش (فضا) میں اور ۱۱ زمین پر قرار دیئے گئے تھے .... بھینسوں کی قربانی ہوتی تھی اور ایک مناجات انسانی قربانی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ہندوستان میں آریے اپنے بھائیوں کیطرح جو ایران یونان اٹلی میں گئے تھے مردہ کو جلاتے تھے اور دعا مانگتے کیلئے خداوند اگنی اس (مردہ) کے انادی حصہ کو گرمی پہونچا کر تیز کر اور تیرے شعلے اور روشنی اُسے تیز رو بناویں اور سچائی کی دنیا میں اسے لیجاویں"۔ علاوہ ازیں بڑا یگ کرنے والوں کی عزت بہت ہوتی تھی جو آخر کار برہمن کہلائے۔ وید میں ایک بڑا لمبا چوڑا قصہ بھرا پڑا ہے جس میں لکھا ہے کہ وشیشتھا اور وسوامتر اور دیگر بزرگوں میں قربانی اور یگ کرنے پر بڑا فساد ہوا اور جس کا ذکر بڑا لمبا چوڑا ہے۔ لکھنے کا طریق نہیں آتا تھا صرف زبانی پشت بہ پشت یہ مناجاتیں محفوظ رکھکر دوسروں کو پہونچائیں دیکھو انسکلوپیڈیا برٹینکا جلد ۱۲ صفحہ ۷۸۱

رگوید کے ساہیتا کے پہلے منڈل میں سوائے چند مناجاتوں کے ساری کی ساری مناجاتیں

(۸) اور جو لڑکا خرید کر بیٹا بنایا جاوے وہ کرہیت کہلائے گا (۹) جس منڑوگہ یعنی مطلقہ عورت نے کسی کی زوجہ بنکر بیٹا پیدا کیا ہو وہ پونر بہو کہلاتا ہے (۱۰) اور جس کے والدین مر گئے ہوں یا انہوں نے اس کو چھوڑ دیا ہو تو وہ جسکے گھر رہے گا اُس کا سوئم دت بیٹا کہلائے گا (۱۱) بذریعہ برہمن شہوت کے غلبہ سے منکوحہ شودر عورت سے جو لڑکا پیدا ہو وہ برہمن کا شودر خواہ پارشو بیٹا کہلائے گا۔ قصہ کوتاہ ایسے مسائل اور نیوگ کے فوائد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عام چال چلن اور اعتقاد قدیم آریوں کا کیا تھا۔ ع عاقل را اشارہ بس است۔ لیکن آریوں کے اعتقاد دربارہ اواگون کی تفصیل از بس ضروری ہے جو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے

بقیہ حاشیہ

مختلف گھرانوں کے سولہ رشیوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ بہت سی مناجاتیں اندر دیوتا کے حق میں بولی گئی ہیں اور پھر اس کے دوئم درجے پر اگنی دیوتا کے حضور میں گائی گئی ہیں۔ دسوئیں منڈل میں ۱۹۱ مناجاتیں مختلف گھرانوں کے مختلف رشیوں کی طرف منسوب ہیں جن میں سے بعض کے اسما پہلے منڈل میں بھی مذکور ہیں ..... رشیوں کی فہرست میں بہت سے دیوتاؤں اور فرضی بزرگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں اس منڈل کی زبان اور ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا پہلے بابوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اکثر یہی گمان کیا گیا ہے کہ یہ تاریخی حالات کا مجموعہ ہیں جو مذہب کی روش میں لے لیا گیا ہے۔ مختلف زبان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رگ وید کے منڈلوں کے مختلف مصنف ہیں۔ کیوں لہجہ اور الفاظ طرز تحریر میں نمایاں فرق ہے

دیکھو جلد ۲۱ انسکلوپیڈیا برٹینکا صفحہ ۲۷۵

منہ

تناسخ

وید کی تعلیم یہ بتلائی جاتی ہے۔ کہ لنگڑا لولا۔ کالا سیاہ۔ امیر غریب۔ وغیرہ ہونا لوگوں کی گذشتہ جونوں کے اعمال اور کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور کسیقدر یہاں کے افعال کا بھی نتیجہ ہے۔ یعنی جو کوئی اس دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے کبھی بھیڑیا یا چیتا بنا ہوگا اُسوقت اور جنم کی خونریزی اور جور وستم انسان کو اس جہان میں آکر لنگڑا لولا بھیڑ بکری کے قالب میں اوتار لینا واجبی اور لازمی ٹھیراتا ہے۔ اور جو فرق اور تفریق دنیا میں نمودار ہوتی ہے وہ پُرانے جنم کی کرتوتوں کے نتائج کا اظہار اور ثمرہ ہے۔ نہ کہ اس دنیا میں "جو کرو سو بھرو" والی بات ٹھیک ہے بلکہ آتشک نزلہ بخار اور امراض مہلکہ پُر جنم کی بدکاری مگر یہ اندھا دھند سزا لوگوں کو دیجاتی ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں کہ یہ سزا اور انعام جو لوگوں پر اُترتا ہے اس کی وجہ اور سبب کیا ہے۔ حالانکہ دنیا میں قانون قدرت اسی طرح پر جاری ہوا ہے کہ ہر ایک مجرم کو سزا دہی کے وقت جتلا دیا جاتا ہے کہ فلاں جرم اور بدکاری کے عوض میں تجھے یہ سزا دیجاتی ہے۔ اگر لنگڑا لولا ہونا کسی جرم کا پھل اور سزا ہوتی تو ضرور خدائے علیم و رحیم انہیں ایسے جرائم سے خبر دیتا تاکہ وہ آئندہ..... اُسی چاہ ضلالت کی طرف رجوع نکرتے جس سے انہوں نے حال ہی میں اتنا دکھ درد برداشت کیا ہے۔ یعنی اتنا تو پرمیشر کو چاہیئے تھا کہ گناہوں کی فہرست وید میں لکھہ دیتا تاکہ دنیا ان دفعات اور سزاؤں سے آگاہی حاصل کرکے گناہوں سے کنارہ کشی کرتی یا الہاماً ہر ایک کو بتلا دیتا کہ فلاں کام نہ کرو۔ ورنہ پھر کتے بلیاں اور کیڑے مکوڑے بنائے جاؤ گے۔ مگر ایسا وہ کیوں کرتا۔ اگر ایسا کرتا تو ساری دنیا امور کردنی اور ناکردنی سے آگاہ ہوکر نیک ہوجاتی اور سارے جہان کے سرگ میں مکتی یاب ہوکر سکونت پذیر ہوجاتے اور کارخانہ دنیا کا خاتمہ ہوجاتا اور پرمیشور (نعوذ باللہ) ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ جاتا۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو در حقیقت اب بھی وہ محض بیکار اور معطل یقین کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اب وہ کسی جلیل القدر کام میں مصروف نہیں۔ تمام روحیں اور مادے اپنے اپنے وجود اور زندگی کے لئے خود بخود خدا ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے انہیں پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود بخود اپنے وجود اور ذات کے خالق آپ ہیں یعنی جسطرح خدا اس لئے

ف تناسخ کو آواگون بھی کہتے ہیں جسکے معنے عام بول چال میں لغو اور بیہودگی کے لئے جاتے ہیں جیسے کوئی کہتا ہے کہ تم کیوں آواگون پھر رہے ہو پس جن لوگوں کا دین ایمان ہی یہی ہے اُنکی عاقبت کا کیا حال پر ملال؟ منہ

خدا کہلاتا ہے کہ وہ خود آ ہے اور قائم بالذات ہے کسی سے پیدا نہیں ہوا اسیطرح بقول وید کے
دہرم روحیں اور مادے بھی از خود یعنی خود آ ہیں اور اپنی ذات کی آپ خالق ہیں اور اپنی تمام
قوتوں اور خاصیتوں کی بھی آپ ہی پیدا کنندہ ہیں۔ جنمیں ایشور کی ذرہ مہربانی اور احسان کا نام و نشان نہیں
علاوہ ازیں اگر بنظر تعمق دیکھا جاوے تو تناسخ کا مسئلہ آریوں کو ماننا نہایت مشکل ہے
کیونکہ جس صورت میں یہ لوگ ہر ایک سیاہی سفیدی اور کمزوری اور دُکھ درد کو گذشتہ جنموں
کے افعال کا نتیجہ گردانتے ہیں اور موجودہ فرق تفریق گذشتہ اعمال کا نقشہ اور تصویر سمجھتے
ہیں تو پھر بڑا بھاری اعتراض ناقابل حل یہ ہے کہ مادے اور روحوں اور پرمیشور میں جو زمین
و آسمان کا فرق اور سیاہی سفیدی عیاں ہے اسکا کیا باعث ہے۔ یعنی مادہ جو مردہ کیطرح
بیحرکت و سکون حالت میں مُدت سے پڑا ہے اور ہر ایک قسم کی راحت اور سرور سے محروم کی
ہے مگر روحیں کروڑ ہا سالوں سے عیش کر رہی ہیں اور ہر ایک نعمت سے متمتع ہو رہی ہیں ادہر
پرمیشور بھی کروڑ در کروڑ سالوں سے مادہ اور روحوں پر حکمران ہے اور ہر ایک طرح کے سرور
اور صفات کاملہ سے موصوف اور تمام غفلتوں سُستیوں اور لاتعداد اعراض شدیدہ اور
نقائص بدیہہ سے مبرّا اور پاک ہے اور کسی قسم کا خطرہ اور خوف دامنگیر نہیں ہر وقت انند
اور سرور کل اور نور کل اگنی مہاراج ہے۔ مگر کروڑ در کروڑ سالوں کی حکمرانی اور سلطنت لازوال
سے روحوں کے دُھرّے اُڑا دیئے ہیں اُنہیں بار بار نرگ سرگ اور نہایت ناپاک اور خبیث
اجسام میں اوتار لیکر پرمیشور کی بادشاہت کو قائم کرنا پڑتا ہے۔ پس سوال اور عقدہ لاینحل
یہ ہے کہ یہ عظیم الشان تفرقہ اور سیاہی سفیدی جو روحوں اور مادوں اور پرمیشر میں منکشف
اور نمودار ہے یہ کن اعمال اور اقوال کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اگر کہو کہ یہ تفرقہ بغیر اعمال کے
ہے تو پھر تناسخ کا گورکھ دھندا طشت از بام ہو گیا یعنی جس صورت میں بلاوجہ مادہ ارواح
اور پرمیشور میں تفرقہ یا ترجیح بلا مرجح مانا گیا ہے تو پھر یہ ادنیٰ فرق جو مختلف انسانوں میں نمودار ہے
کیوں قابل اعتراض ٹھیرا۔ لہٰذا تناسخ کی موئد کتاب یعنی وید کا خاکہ اُڑ گیا۔ اور کسی مہاتما کی
مدد اور عجز و انکساری کارگر نہیں ہو سکی۔ ہاں مجھے مورخہ ۱۴ ماہ اگست سنہ ۱۹۰۴ء کو قادیان
کے مشہور پنڈت سے تناسخ کے متعلق گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا سو مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ اُس کا لب لباب بھی ہدیہ ناظرین کیا جاوے۔

میں نے سوال کیا تھا کہ پنڈت جی آپ نے فرمایا تھا کہ پنجاب اور کشمیر کی آب و ہوا اور مختلف اسباب تنعم اور گوناگون انعامات آلہیہ میں جو تفرقہ عظیم نظر آتا ہے وہ بھی پنجابیوں اور کشمیریوں کی خاص اعمال اور کرموں کا نتیجہ ہے۔ اُس پر پنڈت جی نے فرمایا کہ انسان کو صرف ایک دو نعمتوں پر غور نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ہر ایک چیز پر غور کر کے فیصلہ کرنا چاہیئے کیونکہ ڈلہوزی وغیرہ دیگر مقامات صحت افزا میں دیکھا گیا ہے کہ وہاں مچھر بہت ایذا پہنچاتے ہیں اسلیئے حق یہ ہے کہ بعض نعمتیں اور فضائل کشمیر میں ہیں اور بعض پنجاب میں جاگزین ہیں۔ اس لئے دو ملکوں کی حالت کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ آیا فلاں بہتر حالت میں ہے یا ادنیٰ اور گری ہوئی حالت میں گرفتار ہے الخ میں کہتا ہوں کہ جس حالت میں ہم یقیناً فیصلہ نہیں کر سکتے کہ فلاں ملک یا انسان دوسرے ملک یا انسان سے بہتر حالت میں ہے یا نہیں اور تفرقہ اور عیب و صواب میں اندازہ کرنا مشکل اور محال ہے تو پھر تناسخ کا مسئلہ خود بخود غلط ہو گیا۔ کیونکہ دو شخصوں کی حالتیں اس بات کا فیصلہ کرنا بہت مشکل اور محال ہے کہ کون بہتر اور سرور کی حالت میں ہے چنانچہ کہا گیا کہ جو کہار ایک بنئے مہاجن کو پالکی پر اُٹھا کر کچہری میں لئے جاتے ہیں نادان خیال کرتا ہے کہ مہاجن بوجہ اچھے کرموں کے بہتر حالت میں ہے مگر فی الحقیقت جوں جوں کچہری نزدیک آتی جاتی ہے مہاجن کا دم خشک ہوتا جاتا ہے اور کہار بلحاظ کم ہو جانے مسافت کے خوش و خرم ہوتے جاتے ہیں ۔۔۔۔ پس ظاہر ہے کہ دونوں فریقین کی حالت مختلفہ میں ٹھیک اور درست اندازہ لگانا محال ہے۔ بعد ازاں پنڈت جی نے کہا کہ ہر ایک شخص اپنی حالت سے نکلکر اعلیٰ حالت میں جانا پسند کرتا ہے اور خواہش رکھتا ہے۔ پس اگر ہر ایک دوسری اعلیٰ حالت میں فضیلت نہیں تو ہر ایک اس کے حصول کے لئے خواہش کیوں کرتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ دُنیا میں کامیابی تک پہنچنے کے لئے یا بادشاہ کا قرب حاصل کرنیکے لئے ایک ہی راہ اور سڑک ہے جسکے سوائے دوسری راہیں اور خواہشیں غلط اور ٹیڑھی ہیں بیسیوں کی خواہشیں جو ایک دوسرے سے مختلف اور متعارض ہیں وہ ساری کی ساری درست اور ٹھیک نہیں ہو سکتیں بلکہ نقطہ کامیابی کے استحصال کے لئے ایک ہی خط مستقیم ہو سکتا ہے باقی حساب ا ا ۲

ہندسہ کی رُو سے منحنی خطوط واقع ہیں جس صورت میں راجہ صدہا ہموم و غموم میں گرفتار رہکر
جلد تر دُنیا سے گذر جاتا ہے اور ایک متوسط الحال بدرجہا خوش اور اننداحالتمیں دیکھا جاتا ہے اور
راجہ مرنے کے بعد ادنیٰ ترین جونوں میں جنم لیتا ہے اور متوسط الحال انسان صدہا گندی
جونوں اور ہموم غموم سے بری اور دور رہتا ہے پھر اس بات کا اندازہ کسطرح لگ سکتا ہے
کہ فلاں اچھی حالتمیں ہے اور فلاں تکلیف اور دُکھ میں گرفتار ہے۔ پس جسطرح کشمیر اور پنجاب
میں بقول آپکے اسباب تنعم میں تفرقہ نہیں اسی طرح انسانوں میں بھی یہی صورت ہے۔ پھر تناسخ کو
پیش کرکے یہ ڈھکوسلا بنانا کسقدر فضول اور نامعقول ہے کہ فلاں شخص نے ضرور زنا کیا ہوگا جسکے
باعث وہ غریب اور نادار ہے۔ علاوہ ازیں ممالک یوروپ میں جو اخلاقی حالت ناگفتہ بہ
ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ پھر اُنکی حکومت جو روئے زمین پر محیط ہے وہ کس عمل کی پاداش
میں حاصل ہے کیا یوروپ میں ویدک دھرم کے اصول پر عملدرآمد ہو رہا ہے یا برہمچاریوں کی
فوجیں مختلف دیہات اور امصار میں تن من دھن سے مصروف ہو کر ویدک دھرم کا اُپدیش
کر رہی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ لوگ ویدک دھرم کو جڑھ سے اُکھیڑ رہے ہیں اور وید کا ترجمہ
کرکے عناصر پرستی کو اظہر من الشمس کر رہے ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ وید کو پاؤں
کے نیچے روند رہے ہیں اور اُس کی تردید میں لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں اُنکو ملک و
دولت دیکر خود پرمیشر نے ہر ایک نعمت سے بہرہ ور کیا ہوا ہے اور بیچارے آریوں کو جو وید کے خادم
اور فرمانبردار ہیں اُنہیں تحت الثریٰ میں پہنچا دیا ہے پس اس بات سے بھی اندازہ لگایا جاتا ہے
کہ درحقیقت پرمیشور کو تناسخ والے یا ویدک دھرم والے بلکہ نام آریہ ناپسند اور درگاہ الٰہی
سے راندہ ہوئے ہیں۔ اگر کہو۔ کہ یورپ نے بزور شمشیر یا بہ قوۃ بازو چکرورتی سلطنت حاصل کی ہے تو پھر تناسخ اور پنرجنم کے

بعد ازاں پنڈت جی نے فرمایا کہ روحوں کے پیدا ہونے کے بعد قدامت کے آپ اور ہم دونو
قائل ہیں لیکن پھر جب آپنے حادث چیز کی قدامت کو مان لیا ہے تو پھر کیوں نہیں مان لیا
جاتا کہ درحقیقت روحیں انادی اور ہمیشہ سے چلی آتی ہیں۔ اور ایسی چیز پیش کریں کہ حادث ہو
اور اُس کا وجود اور مادہ پہلے سے موجود نہ ہو جانا چاہیئے کہ پنڈت جی کا یہ سوال دقیق ہے
لیکن ادھورا اور نامکمل ہے کیونکہ اوّل بارِ ثبوت اُنہیں کی گردن پر ہے کہ وہ اوّل روحوں کو

لہ حاشیہ۔ یہ پنڈت جی کی غلطی یا چالاکی ہے۔ کہ روحوں اور مادیات کی اصلیت ماہیت اور کیفیت کو ایک ہی پیمانہ سے ماننا چاہتے ہیں۔ ابھی ہوا اور
لوہے کو بھی ایک ہی ماپ سے ماپنا اور اُن کی علت اولیٰ ایک ہی ثابت کرنا نادانی ہے۔ تو پھر روح اور مادہ کی ایک ہی کیفیت اور ماہیت کا تلاش کرنا جہالت کی بات نہیں تو کیا ہے
جس صورۃ میں حیوان اور انسان کو ایک ہی سلسلہ سے منسلک کرنا ٹھیک نہیں تو پھر روح اور مادہ اور کیکر اور بادام کا ایک ہی مادہ تلاش کرنا صریح غلطی ہے۔ روحوں کا
ثبوت روحوں سے لو۔ صدہا سالوں کی روحیں خواب میں اپنے وجود با خلود کو ظاہر کرتی ہیں۔ مگر ہماری تمہاری نہیں بتلا سکتی کہ ... ۲ برس سے قادیان یا لاہور میں رہ چکی ہے۔

انادی اور قدیمی ازلی ثابت کریں۔ جیسے الست میں پنڈت جی اور سوامی جی (ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۱۳) میں مانتے ہیں کہ اس دنیا میں آنے سے پہلے روحوں میں چوبیس۲۴ طاقتیں تھیں۔ یعنی نند و قوت حافظہ۔ حوصلہ۔ محبت۔ خواہش۔ سننا۔ کشش۔ تحریک ۔۔۔ وغیرہ وغیرہ موجود تھیں تو پھر کیا وجہ اور کیا مصیبت ناگہانی آپڑی کہ اس دنیا میں آتے ہی گذشتنوں جنمونکی سرگزشت اور گشت وخون کے مدرکے یک لخت کافور ہوگئے اِس پر پنڈت جی نے فرمایا کہ آپکو کیا معلوم ہے کہ بارا۱۲ں جولائی ۱۹۰۲ء کو آپنے شام کے چھ۶ بجے کیا کھایا تھا۔ اِس پر میں نے عرض کی۔ کہ آپ مجھ سے یہ پوچھو کہ فلاں روز سندھیا (نماز) پڑھی یا نہیں پڑھی جس کے ادا کئے بغیر مسلمان مسلمان نہیں اور آریہ آریہ نہیں رہتا بلکہ شودر اور چوہڑا چمار ہوجاتا ہے یاد رہے کہ پنڈت صاحب خود سندھیا اور اگنی ہوتر باقاعدہ نہیں کرتے جسپر کم ازکم صہ روپیہ ماہوار خرچ آتا ہے اُن کے گھر میں بھی قریباً تین چار اشخاص ہونگے پس کون ایسا آریہ قادیاں میں ہے جو بحساب فی کس صہ مہینہ میں بیس۲۰ پچیس۲۵ روپیہ سندھیا اگنی ہوتر میں جلاوے۔

میں نے اور بعض اور احباب نے پنڈت صاحب اور یہاں کے نام کے آریوں کو دیکھا ہے کہ وہ عین سندھیا کے وقت ہم سے بحث کرتے رہے اور پھر سیر کے لئے چلے جاتے ہیں اور سندھیا سے دیدہ دانستہ یا ادنی جونوں میں اوتار لینے کے گورکھ دھندے کو فضول نامعقول تصور کرکے روگردانی کرتے ہیں جو کسی ایماندار مہاشے شایاں حال نہیں۔ اجی کھانے پینے کے متعلق سوال نہیں ہوگا بلکہ سوال تو یہ ہوگا کہ دو۲ وقت سندھیا آپ لوگوں نے کی ہے یا نہیں جہانتک میرا خیال بلکہ یقین ہے میں زور سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ لوگوں یعنی آریہ سماج قادیان میں کوئی متنفس بھی نہیں جو باقاعدہ آریہ ہو اور دو۲ وقت سندھیا اور اگنی ہوتر وغیرہ کرے پس جس صورت میں آپ لوگ سندھیا اور اپاسنا وغیرہ نہیں کرتے جس پر کم ازکم صہ روپیہ ماہوار ایک آریہ کیلئے خرچ اُٹھتا ہے پھر بحث مباحثہ کرنے سے کیا حاصل؟ آپ لوگوں اور نیز دیگر آریوں نے مذہب کو لہو لعب یعنی کھیل کود بنایا ہوا ہے اگر یہ سچ نہیں تو ہمیں تم میں سے یا پنجاب میں سے کوئی اپدیشک بھی بذریعہ عام اطلاع شائع کرکے خبردے کہ وہ سوامی جی یا دیدک دھرم کی نصف ہدایات پر بھی عملدرآمد کرتا ہے۔ ہاں آپ کا یہ کہنا کہ پیدا ہونیکے بعد

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۸

گذشتہ جنموں کی سرگزشت اور جان جو کھوں کے کام بھول گئے ہیں تو یہ بھی نہائت ناپاک اور غلیظ جھوٹ ہے کیونکہ جس صورت میں ایک نوے ۹۰ سال کا بوڑھا ستر سال کے صدہا واقعات ٹھیک ٹھیک بتلا دیتا ہے اور نسیان اور ذہول سے اپنی دردناک سوانح عمری کو فراموش نہیں کر سکتا تو پھر کسی بچے کا چودہ ۱۴ پندرہ ۱۵ سال میں گذشتہ جنموں کے لاکھوں کام اور دردناک مصائب اور تکالیف شاقہ کا یکسر فراموش کر دینا محض بے بنیاد اور سفید جھوٹ یا خلاف واقعہ امر ہے۔ کیونکہ سوامی جی اور آپ لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ روح میں قوت حافظہ۔ حرکت کشش وغیرہ تمام انسانی قوتیں قدیم سے موجود ہیں تو پھر یہ کسقدر بے باکی اور ناخدا ترسی ہے کہ یہ کہا جاوے کہ بیشک حافظہ وغیرہ ایسا ہی تھا جیسے کہ اب زید و بکر کو ہے مگر مادر شکم کے اندر ۹ ماہ میں حافظہ کافور ہو گیا۔ بیشک ۱۲ جولائی کا کھانا پینا یاد نہیں رہتا۔ مگر جو شخص پندرہ سال لگاتار گدھا بنا رہا ہے اور صدہا ڈنڈے کھائے اور ناگفتہ بہ سلوک سے بہرہ ور ہوتا رہا پھر انسانی جامہ پہنتے ہی کیوں اُن بدبختی کے اسباب اور نتائج سے لاعلم ہو گیا۔ اگر کسی بھلے شے کی قوتِ حافظہ ایسی ہی کمزور اور ناتوان ہے کہ آٹھ دس سال کی عمر میں گذشتہ جنم کی ماریں اور سزائیں بھول جاتا ہے تو مجھے اجازت دے کہ میں اس کو دو چار ایسے ڈنڈے لگاؤں جسے وہ بشرطِ زندگی عمر بھر نہ بھولے گا پس اگر میرا ڈنڈا جو حقیقت میں

ف بڑے ظلم کی یہ بات ہے کہ آریہ صاحبان یہ تو مانتے ہیں کہ گذشتہ جنم کے نیک و بد کردار اور گفتار جسمانی طور سے بُرا بھلا نتیجہ اور پھل لاتی ہیں چنانچہ بقول اُن کے بعض امیر غریب سیاہ سفید اور خوبصورت اور بدصورت بوجہ سابقہ اعمال کے دنیا میں پیدا ہوتے ہیں لیکن ہزاروں پنڈت جنہوں نے سخت جفاکشی اور عرق ریزی سے خون جگر کھا کر چاروں ویدوں کو کنٹھ کیا پر بدقسمتی یا بے انصافی سے وہ سارے علوم تناسخ میں دریا بُرد ہو گئے یا پرمیشر نے نہائت نادر حکمت عملی سے کام لیکر اُنہیں لایعقل اور جاہل مطلق پیدا کر دیا اور تمام جاہلوں اور رینڈتوں کو ایک ہی جہالت کی پٹی پڑھائی۔ یہ سخت ظلم ہے کہ جس نیک مرد نے نوے سال یا اُسی سال خون جگر کھا کر ویدوں سے مہارت پیدا کی پر چند روز بعد دوسرے جنم میں اُن تمام علوم کو چرا لیا گیا اور ضبط کر لیا۔ ہم نے سُنا تھا کہ دولت اور سیم و زر کا سرقہ ہو سکتا ہے مگر علم چرایا نہیں جا سکتا مگر یہ اب

خوفناک طور سے مہلک ہوگا چالیس برس تک فراموش نہیں ہوسکتا پھر گھماروں کے لا کھوں ڈنڈے اور بدسلوکیاں کیوں اور کس طرح فراموش ہوگئیں۔ یہ ویدک فلاسفی ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی شاید عیسائی ہونگی

پس مذکورہ بالا بیان سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ پیدا ہونے سے پیشتر (اول) جنم کی موہومی زندگی محض خیال است محال است جنوں ہے اور اناد ی ہونیکی دلیل کی تردید کافی طور سے ہوگئی ہے پس پنڈت جی کا یہ محض دعویٰ...... بے دلیل ہے کہ اُن کی یا زید کی روح نے گذشتہ جنموں میں سینکڑوں خونریز جنگوں میں حصّہ لیا ہے اور کئی میدانوں میں نام پایا ہے یا کہیں سوئر۔ کُتّے بلّیاں اور بھیڑئیے کے قالب میں اوتار لیا ہے۔ پھر سب کا حافظہ اوریاد دریا بُرد ہوگئے۔ لاحول ولاقوۃ۔ اسیطرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روحیں مرنے کے بعد ہوا میں ملجاتی ہیں پھر گھاس او پتوں و اناج ہوا اور پانی پر گرتی ہیں پھر اگر کوئی اُس خاص پتے اور گھاس کو عورت کھاجاوے تو اس کے گھر میں وہ روح جنم لیتی ہے اور اگر آدمی کے مسامات اور

معلوم ہوا ہے کہ آریوں کے پرمیشر نے علوم کا سرقہ کیا مزید فائدہ اگر نہ سہی تو نہ سہی۔ مگر اپنی حاصل کردہ علوم وفنون کو کیوں غصب کیا جاتا ہے۔ دوسرا بڑا ظلم اور ستم یہ ڈھایا جاتا ہے۔ کہ امیری غریبی یعنی اسباب تنعم اور افلاس جو بقول دیانندجی سابقہ اعمال سے ناشی ہیں وہ تو دِل کھول کھول مہیا کردیئے جاتے ہیں تاکہ امرا عیش وعشرت میں پڑکر اور اعمال بد اور سیاہ کاریوں میں مُبتلا ہوکر آئندہ بُری جنموں اور ادنی حیوانات کی قالبوں میں اوتار لیکر اور اپنا مشق خداکی خدائی کو بحال رکھیں اور باقی لوگ بیچارے غریب اور کنگال چوری اور ڈاکہ میں مُبتلا ہوکر خداکی سلطنت کی توسیع میں سعی بلیغ کریں قِصّہ کوتاہ ناہی نیکو کاروں کو گناہونکی آلائش سے امان دی ہے ناہی بدکاروں کو گناہوں اور بدذاتیوں سے محفوظ رہنے کی لئے قرار واقعی ہدایت اور ذریعہ قرار دیا۔ دونوں فریقین ایسی حالت پر ملامت میں پیدا کردیئے گئے ہیں کہ مزید گناہ اور اواگون کے دور تسلسل میں ترقی ہی ترقی نمودار ہوتی رہے مگر روحانی دولت یعنی وِدیا گیان اور معرفت الٰہی جس سے انسان پرمیشر کی رضا اور غضب سے واقف ہوکر ہر ایک قسم کی شرارت اور بے ایمانی اور ناپاکی سے محفوظ رہ سکتا ہے اُس کو عمداً یعنی

مونہہ اور ناک کے ذریعہ سے اندر گھس جاوے تو بھی وہ روح اُس آدمی کے گھر میں داخل ہو کر جنم لیتی ہے - اب دیکھئے یہ سب دعاوی ہیں جن پر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی دستیارتھ پرکاش باب ۹) بھلا انادی ہونے کے بھی اسباب و دلائل ہیں - اوّل (۱) تو یہ اعتراض ہے کہ کبھی کسی نے روحوں کو گھاس پر پڑا ہوا دیکھا ہے یا اُن سے گفتگو کی ہے - اگر گھاس پات کے کھانے ہی سے کسی کے ہاں اولاد ہو سکتی ہے تو چاہیئے کہ جن راجاؤں کی رانیاں کبھی بھی باہر نہیں نکلتیں انہوں نے کونسے پتے کھائے - اگر بعض عیش دوست اور دائم المریض لوگوں کے ہاں اولاد نہیں ہوئی یا آتشک زدوں کے عضو تناسل میں کوئی نقص اور مرض واقع ہو گیا تو کیا وہ روحیں جن کو ایسے اشخاص نے کھا لیا تھا - پھر اُن کی بدبختی نے انہیں کس سورگ اور نرگ میں پہنچا دیا یا دائم المریض اور نامرد مجلوق بدبخت اپنے ساتھ اُن سب روحوں کو کیوں ہضم کر گیا؟ میں اسباب کا بھی

دیدہ دانستہ چھین لیا ہے - اور معرفت الٰہی سے محروم اور اندھا کر کے پھر جنم دیدیا تا کہ خوب پیٹ بھر کر مہنیات اور غلط کاریوں میں غلطاں ہوں اور بہت سے جانوروں کے پیدا کرنیمیں خدا کے مددگار اور حامی و ناصر ہوں جب صور تمیں ایک رنج و راحت انسانوں کی گذشتہ کرتوتوں اور اعمال صالحہ کے نتائج ہیں اور پرمیشر کی کوئی مہربانی اور لطف نہیں تو پھر وید کے اصول اور علوم روحانیہ کو کیوں چھین کر خواہ نخواہ قدیمی کینہ وری اور تندی کا اظہار کیا - اگر پرمیشر سے کوئی اور فائدہ نہیں ہو سکتا تھا تو یوں ہی بخیلوں کیطرح حاصلکر علوم کو ضبط کر کے پیٹ بھر کر نقصان کیوں پہنچایا؟ اسکی شان میں یوں کہنا (نعوذ باللہ) شایاں ہو گا ع مرا از نفع تو امید نیست بد مرساں" یا یہ کہنا مناسب ہے گا کہ صاحب ! قوت نیکی نداری بد مرساں منہ

---

۵ مہاشہ سوامی جی نے بھی غالباً ہوا پانی اور اناج اور گھاس پات کھایا پیا ہو گا اور جسیم جسم کے کثیر مسامات اور کھانے پینے کیساتھ ضرور روحیں اندر گئی ہونگی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روحوں کو کیوں باہر نہیں اُگلا گیا اگر اُگل کر ...... کہیں ڈالا گیا ہے تو بھی اُسکا ثبوت ہونا چاہیئے ورنہ اُن روحوں کی طرف سے اُنہیں جوابدہ ہونا پڑیگا اگر کہو انہوں نے

ثبوت عقل اور مشاہدہ سے بصد منت مانگتا ہوں کہ نامرد اور مخنث کے جسم میں روحیں کیوں داخل نہیں ہوتیں اگر داخل ہوتی ہیں تو پھر کیوں وہ انسانی جامہ پہن کر دنیا میں وجود پذیر نہیں ہوتیں۔ (۲) ہاں یہ بھی اعتراض ہے کہ ممکن ہے کہ اگر دو شخص ایک بیج کو نصفا نصفی کھا جاویں یا اُن کے جسموں میں تھوڑی تھوڑی کر کے ایک روح نفوذ کر جائے تو پھر کیا آدھا بچہ پیدا ہو گا یا ایک روح ایک ہی جسم میں جاتی ہے؟ بھلا اگر بعض پتوں اور ہوا کے ذرات کو جس میں روح انند کر رہی ہو کوئی گائے یا سور کھا جاوے تو پھر اس انسانی جامہ پہننے والی روح کا کیا حال ہو گا اور ہمیں کون سمجھا سکتا ہے کہ سوئر اور بکری کو سانس لینے اور پینے اور گھاس پات کی روح کھا جانے سے کوئی منع کر سکتا ہے اور اس کوشش میں کسطرح کامیاب ہو سکتا ہے کہ خاص روح والے پتوں اور ہوا کے جھونکوں کی حفاظت کرے اور ہر ایک حیوان اور پرند چرند کو اُنپر دست درازی کرنے سے روکے۔

(۳) پھر یہ بات بھی محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ جب بچے اور بوڑھے روح والے پتوں کو نگل جاویں یا اُنکے اجسام میں بذریعہ سانس اور موہنہ ناک اور مسامات کے روحیں انکے وجود میں جاگزین ہوں تو وہ روحیں نشو و نما نہیں پاتیں۔ کیا انہیں روحوں کی نشو و نما پانے کے اسباب اور وسائل نہیں ہیں۔

ساگ پات اور اناج پانی تو کھایا ہے جو لوگ کھاتے پیتے ہیں جن کے ذریعہ سے انکے جسموں بنی نوع انسان کی بقا کے لئے روحیں انسانی اجسام میں نفوذ کر جاتی ہیں پر سوامی جی کے جسم مبارک میں روحانی مادہ دخل پذیر نہیں ہُوا تو بھی ایک اور اعتراض پیدا ہو گیا یک نہ شد دو شد یعنی اول تو یہ محض دعویٰ ہے کہ ان کے جسم میں روحوں کا دخل نہیں ہُوا جس کا کوئی عقلی اور نقلی ثبوت وید سے ہرگز پیش نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری بات قابل اعتراض یہ ہے کہ اُن کا روحانی مادے سے محروم رہنا بھی ایک بدبختی ہے جو ایسے مہاتما پنڈت کے لئے کوئی نیک نیت مہاشہ تجویز نہیں کر سکتا۔ میرا خیال ہے کہ اگر اُن کی شادی ہوتی تو ضرور اُن کے گھر میں دس رشی پیدا ہوتے کیونکہ وہ بہت قوی اور جسیم تھے۔ پس آریہ ورت کے لئے یہ رونے اور ماتم کا وقت ہے کہ دس شدنی سوامی جی ساتھ ہی لے مرے جو انکے بعد وید کا اُپدیش کرتے اور قوم بانوم کو بیدار کرتے جو کروڑوں برس سے وید سے نابلد محض

۲ م تو کبھی اس کا نقلی ثبوت وید سے مطلوب ہے اور عقلی ثبوت بھی اگر امکان سے خارج موجود ہو تو کافی ہے ۔ ورنہ معاف ۔

اگر نہیں ہوتے تو کیوں نہیں ہوتے۔ اگر کہو کہ اُس وقت وہ جماع کرنے کے قابل نہیں ہوتے
تو بھی یہ غلط ہے کیونکہ اگر اُن روحوں کو بوڑھے اور بچے کے اجسام میں حبس بے جا کیطور پر
رکھا گیا ہے تو بھی یہ ظلم اور بے انصافی اظہر من الشمس ہے۔ کیا جبتک وہ بُڈھا مر کر کسی اور
جنم میں نہ جاوے تو وہ بیچاری روح یونہی حوالات میں رہیگی اور طرح طرح دُکھ درد میں گرفتار
ہوگی یا کسی نامعلوم بدکردار اور گفتار کی سزا میں اپنی پاداش کو پہنچتی رہیگی یا اُس ننھے
بچے کے جوان ہونے اور سہرا باندھنے اور دُلہن بیاہ لانے تک وہ روح محبوس انتظار کرتی
رہیگی اور جب تک وہ ۴۸ سال کا برہمچریہ قائم کر کے کسی کے ہاں اولاد پیدا نہ کرے اُس وقت تک
اُس روح کی یوں ہی گت ہوتی رہے گی؟ اسی طرح قدامت روح میں ایک اور بھی پوچ بہانہ
اور دعویٰ بلا دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ ابتدا آفرینش میں روحیں ایسی خوش قسمت اور
نیک اختر تھیں کہ جب وہ .... تبت میں پیدا کی گئی تھیں وہ سب کی سب عالم شباب میں
پیدا ہوئی تھیں یعنی انسان ہزاروں ہزار جوان پیدا ہوئے تھے (ستیارتھ صفحہ ۲۹۴) اور
بچپن کے عوارض اور تکالیف سے مستغنی تھے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کیا اُس وقت وہ لاکھوں
جوان زمین سے پودوں کی طرح اُگ پڑے تھے اگر اُگ پڑے تھے تو بھی بچپن کے لوازمات
سے خالی نہیں ہوسکتے جس صورت میں پودے بھی بچپن کی تکالیف اور صدمات سے
محفوظ نہیں ہوتے پھر حرکت کرنیوالے انسانی جسم کو یہ صدمات کیوں واصل نہیں ہوئے اور یہ نرالا
طریق کہاں اور کسطرح اور کون سے علم اور سائینس کے مطابق وجود پذیر ہُوا تھا اور
یہ نرالا اور سہل طریق جو ویدک پرمیشور نے اوائل عمر میں ایجاد کیا تھا وہ آخری عمر میں
کیوں گم ہو گیا اور عورت مرد کو صدہا تکالیف کن گناہوں اور اعمال کی پاداش میں موصول
ہوئیں۔ سوامی جی لکھتے ہیں کہ قوانین قدرت اٹل ہوتے ہیں اور انصاف اور عدل پر مبنی ہوتے
ہیں پھر ہمیں سمجھانا چاہیئے تھا کہ وہ سہل طریق پیدائش کن اعمال کے عوض میں بنی نوع
انسان کو پھر دوبارہ نصیب ہو سکتا ہے آیا اُن اعمال کا تذکرہ اور ہدایت وید میں ہے
اگر نہیں تو بے انصافی اور ظلم صریح ہے۔ کیا آج کل کے آریہ مہاشے فوری جوانی کے عالم کے
خواہاں نہیں اگر ہیں تو پھر کیوں انہیں اُن فضائل اور خوبیوں سے محروم کر رکھا ہے۔

کیا وہ اب آریوں کو مثل سابق ہزاروں ہزار جوانی کی حالت میں پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر کر سکتا
ہے تو پھر کیوں دستکشی کی ہوئی ہے اور کیوں مخل و امنگیر ہے اور نقص اور عیب کیوں سر گیر
ہے در اصل جو قانون الٰہی ہوتا ہے[1] وہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے لیکن جو محض ڈھکوسلا اور
بے لاگ گپ ہوتی ہے اُس کی نظیر کسی مُلک و مِلت میں دستیاب نہیں ہوتی۔ کیا ایسے
گپوڑے اور جہالت کی باتیں اس بات پر کافی دلیل ہو سکتی ہیں کہ روحیں انادی اور قدیمی ہیں
ہرگز نہیں۔ تمام لوگ جانتے ہیں کہ عالم خواب اور کشوف میں گذشتہ مہاتما اور بزرگ لوگوں
سے ملاقات اور گفتگو کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جن بزرگوں کو فوت ہوئے کئی سو سال گذر گئے
اُنکی روحیں باتیں کر سکتی ہیں اور اس امر کے کئی بلکہ ہزاروں نیک نہاد لوگ گواہ اور شاہد
ہیں۔ چنانچہ جب متوفی بزرگوں نے خواب یا کشف میں کوئی بات کی ہے تو بعینہٖ ہی
ظہور پذیر ہوئی ہے پس اس سے ثابت ہُوا کہ ارواح جو حادث ہیں وہ آئندہ ہمیشہ رہینگی
لیکن کسی مہاشے اور لالہ جی کو کبھی یہ خواب بھی نہیں آئی کہ گذشتہ جنم میں بلّی۔ طوطا۔ یا
مُرغا بنا تھا اور چوہوں اور کیڑے مکوڑوں پر گزارہ کرتا تھا اب اگر کوئی پھر بھی اعتراض
کرے کہ حادث چیز قدیمی نہیں ہو سکتی بالکل غلط اور بے بنیاد جھوٹ محض ہے۔ ہاں یہ
ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ آج سے دو تین سو برس پہلے کوئی مہاشہ کسی ناپاک جون میں غلطاں
تھا۔ اور اس سزا سے عبرت گیر ہو کر آئندہ بد زبانی اور گندہ دہانی سے کنارہ کش ہو گیا ہے
ہم پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ اگر مسئلہ تناسخ درست مانا
جاوے تو پرمیشر ظالم مانا جاوے گا نہ کہ نیا کار۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پرمیشر نے کونسا کام کیا

حاشیہ

[1] جو جو سلسلہ کائنات کے مطابق ہو وہ حق اور جو سلسلہ کائنات کے مخالف ہو وہ سب باطل
ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ ماں باپ کے بغیر لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ قول بوجہ مخالف ہونے سلسلہ
کائنات کے باطل ہے۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۳ باب ۳ پس سوامی جی خود ہی اپنے آپ پر
آپ ہی چھری چلا گئے اور اپنے قول کو کہ ابتدا آفرینش میں ہزاروں جوان مرد اور عورتیں یک لخت
پیدا ہو گئی تھیں (صفحہ ۲۹۳) سب غلط اور جھوٹ محض قرار دے گئے۔

اور کونسی نعمت ہمیں دی جس کے عوض میں وہ ہم پر حکمرانی کر رہا ہے اور یوں ہی خدا بنا ہوا
ہے خدا کے کونسے کام کرتا ہے مرتا۔ جیتا تو ہر ایک انسان اپنے کاموں سے ہی کرتا ہے اس
میں پرمیشر کی کونسی کرپا ہے۔ مگر پھر بھی دل میں خیال آتا ہے کہ یہ خیال بالکل غلط اور
نادرست ہے کہ یہ مان لیا جاوے کہ ہر ایک چیز اور نعمت جس سے ہم یہاں متمتع ہوتے ہیں اور
وہ سب ہمارے کرموں کا پھل اور نتائج ہیں کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ سورج جیسی نعمت عظمیٰ
جس کی نظیر ہمارے پاس نہیں ہے وہ ہمارے کسی کار خیر سے ہمیں نہیں ملی۔ علاوہ ازیں اور
ہزار ہا نعمتیں اور آسودگیاں کن محنتوں اور مشقتوں کا نتیجہ ہیں؟ لیکن پھر بھی دل میں
ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ جس طرح ہاتھ کی پانچوں انگلیاں یکساں اور برابر
نہیں اسی طرح انسانوں میں صدہا طور کے فرق اور ممیزانہ علامتیں ہیں یعنی بہت ہیں کہ
انکو اپنی روٹی کے لئے رات دن سر توڑ کوشش کرنی پڑتی ہے اور بہتیرے ایسے ہیں کہ انکو
سوائے عیش و آرام اور کھیل کود کے اور کوئی کام ہی نہیں۔ پھر اگر یہ کسی پہلے جنم کے اعمال کا
ثمرہ نہیں تو کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو انسان بین طور سے تمیز نہیں کر سکتا
کہ آیا بادشاہ زیادہ آرام میں ہے یا دہقان یا سوداگری پیشہ لوگ آسودہ ہیں دو چار سال کا عرصہ گذرا
کہ میں نے اخبار میں پڑھا تھا کہ امریکہ میں ایک اتنا امیر کبیر تھا کہ وہ کہتا تھا کہ اگر میں چاہوں
تو میں نہ صرف اپنے ملک کے پریزیڈنٹ کو تنخواہ دے سکتا ہوں بلکہ دنیا بھر کے بادشاہوں کو
تنخواہ دے سکتا ہوں باایں ہمہ اس کی اپنی یہ حالت تھی کہ وہ رات کو اپنے نوکروں کے
پاس اصطبل میں جاتا اور نوکروں کو گہری نیند میں سوتے دیکھکر رشک کرتا اور کہتا کہ کاش
مجھے ایسی نیند آوے اور مجھسے جتنا روپیہ کوئی چاہے اتنا ہی مجھ سے لے لے اس سے اتنا تو
معلوم ہوتا ہے کہ ایک انسان کے لئے خوشی اور مسرت کے اسباب اور ہی ہوتے ہیں کیونکہ بعض
ملک کے باشندوں کے لئے گوشت روٹی اعلیٰ نعمت شمار کیجاتی ہے اور بعض ملکوں کے لئے یہ خوراک
جان کا وبال بنجاتی ہے بعض کے نزدیک مال و دولت آسودگی اور آرام کا ذریعہ ثابت ہوتی
ہے اور بعض کو فکر و اندیشہ ایسا دامنگیر ہوتا ہے کہ اُس کے سنبھالنے اور حفاظت کرنے میں جان کے
لالے پڑ جاتے ہیں اور بقول آریہ صاحبان راجا بننا بڑی پرہیزگاری اور اعلیٰ درجے کے

کرموں کا پھل ہوتا ہے اور بڑی نعمت ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ راجا بننا بھی لعنت ہے کیونکہ بحیثیت راجہ ہونے کے اس کے ذمہ لاکھ جانوں کے عدل و انصاف پڑ جاتا ہے اور جن کے حقوق کی ادائیگی میں وہ یقیناً کوتاہی کا ارتکاب کر کے نہائت پاپی اور گندہ ہو کر دنیا سے جاتا ہے پھر کون کہہ سکتا ہے کہ راجہ بننا اچھی بات ہے یا پرجا یعنی رعایا بننا۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ راجاؤنکی عمریں بوجہ عیاشی اور شراب نوشی کے کم ہوتی ہیں مگر اکثر اور انسانوں کی عمریں اُنسے دُگنی ہوتی ہیں۔ مگر جس صورت میں عمر کا ایک گھنٹہ بھی کروڑوں روپوؤں سے بڑھکر قیمت پاتا ہے تو پھر کس کو خوش قسمت کہا جاوے آیا راجہ کو یا پرجا کو۔ مندرجہ بالا تقریر سے ثابت ہُوا کہ درحقیقت یہ کہنا کہ فلاں مرد یا عورت اچھی حالت میں ہے اور فلاں بدتر حالت میں بالکل غلط اور نادرست معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم مان بھی لیں کہ کسی کو اس دُنیا میں زیادہ نعمتیں دی گئی ہیں اور بعض کو کم اسپر بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی بے انصافی اور نابرابری وقوع میں نہیں آتی۔ کیونکہ انصاف کے معنے کسی شئے کو نصفاً نصفی حصوں میں تقسیم کرنا ہوتا ہے۔۔۔۔ مثلاً اگر ایک کام پر دو مزدوروں کو لگایا جاوے اور کہا جاوے کہ اگر یہ کام کر لوگے تو ایک روپیہ تمہیں دیا جاوے گا۔ پس اِس صورت میں ہم انصاف اور عدل سے دور ٹھہرینگے اگر نصفا نصفی اُنکا حق اور مزدوری ادا نکریں۔ برخلاف اس کے اگر کسی نے ہمارا کام ہی نہیں کیا تو اُس صورت میں اگر ہم کسی فقیر کو ۸ر دیدیں اور کسی کو ۱۲ر دیدیں تو ہمیں کوئی ایسا نہیں کہہ سکتا کہ تم نے ظلم اور ناانصافی سے کام لیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دونوں فقیروں میں سے کسی کا ہم پر حق نہیں تھا کہ ہم ضرور اُنکو کچھ دیدیتے یہ بھی ہماری طرف سے مہربانی اور احسان ہے کہ کسی کو آٹھ آنے کے پیسے دیدیئے۔ یہ بات زیادہ وضاحت سے یوں سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر کوئی دولتمند آدمی بازار میں جاتا ہُوا کسی کو دس روپیہ دیتا جاوے کسی کو بیس کسی کو پندرہ الغرض اسیطرح ہر ایک کو دیتا جاتا ہے اور کسی کو محروم نہیں کرتا۔ لیکن کیا وہ جس کو دس روپیہ دیئے گئے ہیں کیا اُس کا یہ کہنا درست اور صحیح ہے کہ وہ لوگوں کو کہتا پھرے کہ مجھپر بڑا ظلم اور ستم ہُوا کہ مجھے کُل دس روپیہ دیئے گئے ہیں خواہ خود اس احمق کو اتنا قوت اور عقل بھی نہو کہ دس روپیہ کہاں حفاظت سے رکھنے اور کس جگہ خرچ کرنے ہیں۔ یہ انسان کی بڑی غلطی ہے کہ یہ کہے مجھے فلاں شخص کی طرح دولتمند کیوں نہیں بنایا گیا اور کیوں نہیں آسودہ کیا گیا اُس کا

عقل و حکمت اور عدم تنشا کی

یہ کہنا ویسا ہی غلط اور نادرست ہے جیسے کوئی کہے کہ گلاب کے پودے کو کیوں کانٹے لگائے گئے ہیں اور پیپل کو کیوں نہیں لگائے گئے یا جاڑے میں درختوں کے پتّے کیوں اُتار کر انہیں بدصورت اور بدنما کر دیا جاتا ہے اور موسم گرما میں کیوں ایسا نہیں کیا جاتا۔ غرض یہ تبدیلیاں اور انقلاب بمقتضاء تلک الایام نداولھا بین الناس خواہ انسانوں میں ہوں خواہ نباتات میں خواہ جمادات میں۔ خدائے علیم اور حکیم کی بھاری حکمت اور علم کاملہ کی مطابقت اور موافقت سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ایسے سوال کرنا گویا نیچر کے قوانین مروّجہ پر حملہ کرنا ہے اور کہنا ہے کہ روئی کیوں نرم بنائی گئی اور پتھر کیوں سخت بنایا گیا اور ایسے ہی اور بہت سے اعتراضات خواہ انسانوں کی مختلف حالتوں پر ہوں یا حیوانات اور جمادات اور نباتات کی طرز خلق پر ہوں یہ سب انسان کی کم علمی اور جہالت کو ظاہر کر رہے ہیں اصل میں خدا کی ہر مخلوق اور ہر فعل حکمت کاملہ پر مبنی ہے۔ آریوں کے نزدیک تو بیل بوٹے اور درخت بھی تناسخ کے چکر پر چڑھے ہوئے ہیں کیونکہ بعض درختوں کو ایک عزت دار مکان میں لگایا جاتا ہے اور بعض کو پاخانہ میں نصب کیا جاتا ہے اور بعض کو شب لنگ بننے کا شرف حاصل ہوتا ہے اور بعض کو آگ میں جلایا جاتا ہے اور بعض کو (پتھر کے کوئلہ) انجن میں جھونک دیا جاتا ہے۔ کیا یہ سب اپنے اعمال کا خمیازہ بھگت رہے ہیں یا بلاوجہ پرمیشر انکو سزا دیتا ہے۔ کیا پتھر کے کوئلہ نے اس صدی میں ہی سزا بھگتنی تھی۔ کیا ریل کے وجود سے اوّل کروڑوں سال سُرگ میں رہے تھے۔ بہت غور کیا جاتا ہے لیکن کچھ پتہ نہیں لگتا اور نہ وید نہ پران اس امر کی اطلاع دیتے ہیں کہ بیچارے درختوں نے کیا گناہ کیا تھا کہ اُن کو آگ میں جلایا جاتا ہے یا پتھر کے کوئلہ نے اب کونسا گناہ کیا کہ یکایک کروڑ در کروڑ پتھر کے کوئلوں کو نرگ (انجن) میں ڈالا جاتا ہے بہرحال آریوں کی کُتب مقدسہ یعنی وید کے مصنفوں نے یہ بڑی چالاکی اور نالائق حرکت کی۔ کہ گناہوں کی مکمل فہرست نہیں دی۔ غالباً یہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں پرمیشر کو اپنی برائے نام خدائی سے بھی جواب ہو جاویگا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھنے کے سوا اور کوئی صورت شغل باقی نہ رہے گی لیکن تب بھی وہ ایک اور طریق سے خدائی کو بحال رکھ سکتا تھا

حاشیہ۔ ؎ لکھا ہے کہ پتھر کے کوئلہ بوسیدہ درختوں سے بنے ہیں۔ منہ

پر اگر اپنے قادرانہ تصرفات سے کچھ کام لیتا تو صدہا اعتراضات آریوں پر سے خود بخود اُٹھ جاتے یعنی یہ کہ جس طرح اُس نے پہلے پہل خود بخود تمام روحوں پر ایک جابرانہ تسلط کیا ہوا ہے اور کوئی احسان اُنپر نہیں کیا اسی طرح جب ساری دُنیا پاک ہو کر مکتی خانہ میں جاوے اور دُنیا خالی نظر آوے تو پھر ایک دفعہ اور سُرگ پر حملہ کرے اور اُن سب کو جو وہاں پناہ گزین ہو گئے ہوں اُنکو نکالکر پھر دوبارہ اواگون یعنی تناسخ کے شکنجے پر چڑھاوے۔ گو اس میں ایک بدنامی ہوگی کہ ظالمانہ حرکت ایک عادل بادشاہ سے ظہور میں آئیگی۔ لیکن آگے کونسی عادلانہ کارروائی ہو رہی ہے پہلے بھی تو تمام دنیا کو بلاوجہ اپنے قبضہ اقتدار میں بقید حیات کیا ہوا ہے اور کسی کے لئے گریز کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

نیک نیّتی

اصل میں خدا کا کلام وہ ہو سکتا ہے کہ قول فعل سے مطابقت کرے۔ دُنیا اور جو کچھ اس میں ہو رہا ہے وہ خدا کا فعل ہے جو کتاب اور مذہب اور اُس کے اصول خدا کے فعل یعنی نیچر کے مخالف نہ پڑے ہوئے ہوں وہ مذہب اور اُس کی تعلیم بے شک منجانب اللہ ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر فرد بشر بھی وہی نیک نیّت اور بھگت ٹھہر سکتا ہے جس کے ظاہر و باطن اور قول فعل میں کامل تطبیق پائی جاوے۔ جس کی زبان پر کچھ اور ہو اور دل میں کچھ اور ہو وہ بدنیّت اور منافق طبع شخص قابل نفرت ہوتا ہے۔ سو چونکہ کامل انسان خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ کا مظہر اور اُس کا ظل ہوتا ہے اس لئے ہر ایک نیک مرد جو ہر طرح بدعہدی اور ناپاکی اور دھوکا دہی سے بچتا ہے وہ طبعاً ہر ایک قسم کی بدی اور جھوٹ کی نجاست سے پرہیز کرتا ہے اور دوسروں کو بدکاری سے روکتا ہے پس جب مظہر اور ظل الٰہی میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ تمام قسم کے گناہوں سے دستکش ہے تو وہ ذات جو علّت العلل اور تمام صفات کاملہ سے موصوف اور ہر طرح کے عیوب اور نقائص سے پاک اور مبرّا ہے وہ تو بطریق اولیٰ ہر طرح کی بدکاری اور گناہ سے

متنفر ہونا چاہیئے۔ مگر وید کے اتباع کنندوں کا تو کیا کہنا ہے اُن کے فرضی پرمیشر پر ایک
خوفناک اعتراض وارد ہوتا ہے جس سے وہ کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ اور وہ اعتراض یہ ہے
کہ بقول آریہ صاحبان و تعلیم وید...... نیکی کی تعریف اور بدی کی مذمت کی گئی ہے یہ بات بھی مسلّم ہے
کہ پرمیشر بدکاری اور فسق و فجور سے بیزار ہے اور نکوئی سے پیار کرتا ہے چنانچہ جیسا کہ ہر ایک مذہب کا
پیرو کہتا ہے لیکن عملاً یہ بات ویدک پرمیشر میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس کے خلاف ہے وجہ اسکی یہ ہے
کہ دُنیا میں ہر ایک حاکم خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ اور ہر ایک سلطنت خواہ مہذب ہو یا افریقہ کی غیر مہذب
ہر ایک کا یہی رویہ اور طریق ہے کہ جب کوئی چوری یا زنا یا کوئی اور فعل شنیع کا ارتکاب کرتا ہے
تو اس مجرم کو اس سلطنت کی تعزیرات کی دفعات کے موجب سزا دیجاتی ہے اور ہر ایک پر یہ امر
بوضاحت منکشف کیا جاتا ہے کہ فلاں بدکاری کی یہ پاداش ہوگی اور بوقت سزا پھر
مُجرم کو کہدیا جاتا ہے کہ یہ سزا تیرے کرم کا نتیجہ ہے اور دوسروں کو بھی تنبیہ کی جاتی ہے کہ
بدکاری اور بے انصافی کا یہ نتیجہ ہُوا کرتا ہے پس ایسی نیک نیت گورنمنٹ کے قوانین سے
ہزار ہا مرد و زن مختلف جرائم سے متنبہ ہو کر اپنے تئیں قانون کی زد سے محفوظ رکھتے ہیں اور
بنی نوع کو دُکھ دینے سے باز رہتے ہیں اور طرح طرح کی خونریزیوں اور فسق و فجور اور حقوق تلفیوں
اور بے جا تصرفات سے محفوظ رہتے ہیں اور دوسروں کو حفاظت میں رکھتے ہیں اور مُلک
کی دولت اور آبادی بڑھتی جاتی ہے۔ لیکن جب وید کے مسئلہ تناسخ پر غور کیا جاوے
کہ بقول آریہ صاحبان ہر ایک کو اپنے گذشتہ جنم کی سزا ہو رہی ہے پر مُجرم کو معلوم نہیں
کہ میں کس جُرم کے ارتکاب سے عذاب میں مبتلا ہوں چونکہ اُس کو اپنے جُرم کی اطلاع نہیں اس لئے
بے دھڑک اُس گناہ کی طرف پھر ہاتھ لمبا کرتا ہے جس کی سزا میں وہ گرفتار ہوتا ہے
اس موقع پر بعض آریہ کہتے ہیں کہ مُدت ہوئی کہ کوئی گناہ سرزد ہُوا تھا اب وہ حافظہ اور یادداشت
سے اُتر گیا ہے۔ لیکن میں جواباً یہ کہتا ہوں کہ اگر مُجرم کو اپنی بدکاری یاد نہیں رہی تو سزا
دہندہ کو تو یاد ہے وہ بحیثیت سرب شکتی مان ہونے کے مجرم کو کسی احسن طریق سے متنبہ کردے
کہ تو اب اس گناہ سے باز آ جس کا خمیازہ تو اب بھی بھگت رہا ہے دُنیا جو خدا کا
فعل ہے اس میں حیوانات سے لیکر اشرف المخلوقات تک ہر ایک مُجرم کو اسکی غلط کاری سے

خبر اور اطلاع دیدیجاتی ہے کہ خبردار آئندہ ایسا نہ ہو۔ اسی طرح سلسلہ حیوانات میں بھی ایسا ہی دیکھا گیا کہ جب ایک مُرغی دوسری پر ظلم کرتی ہے اور حد سے گذر تی ہے تو مُرغ اُسکو اُس کی غلطی سے متنبہ کرتا ہے کہ ایسا جائز نہیں لیکن افسوس ہے کہ وہ خدا جس کی نسبت ہر ایک مذہب کے پیرو کا یہ ایمان ہے اور ہونا چاہیئے۔ کہ خدا ہر عیب سے منزّہ اور پاک ہے اور تمام صفاتِ کاملہ کا مجمع ہے پھر وید کے لکھنے والے کی جہالت اور بدنیّتی ہے کہ انسان کو اس ذریعہ ضلالت سے نجات حاصل نہیں کرنے دیتا جس میں وہ بعض نامعلوم گناہوں کی سزا بُھگت رہے ہیں وید کے مجرم کے حق میں یہ مثال خوب صادق آتی ہے جو ذیل میں ہدیہ ناظرین ہے۔ ایک چور نے کسی کے گھر میں نقب لگائی اور بہت سا مال لے کر کافور ہوگیا اور مال کو اپنے کام میں لایا۔ ایک مُدّت بعد نقب زنی سے قریباً چالیس سال بعد وہ بازار میں چلتا پھرتا نظر آیا تو کسی پولیس انسپکٹر نے اس کے بازو کو تلوار سے کاٹ ڈالا اور اپنا رستہ لیا اب وہ بدبخت چور انسپکٹر کو بُرے بُرے ناموں سے یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بدبخت نے مجھے یونہی ہلاک اور بے علم کیا کم از کم مجھے میرے جرم سے آگاہی تو کردیتا تاکہ میں اُس حرکت ناپاک سے آئندہ محفوظ رہنے کی کوشش کرتا۔ اسی طرح اس نیک بخت قوم کا حال ہے کہ شارع وید کی اس غلطی پر مطلع ہوکر پھر اس سے دست بردار نہیں ہوتی۔ وید کا لکھنے والا تو ایک ادنیٰ انسان سے بھی عقل اور حکمت میں گرا ہوا اور بے نصیب معلوم ہوتا ہے۔ میں گمان نہیں کرتا کہ ایسے بیہودہ قانون خدا کی طرف منسوب کرنا ایک ذی عقل انسان کا کام ہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ دُنیا دار تو آریہ ورت کے اندر عدالتوں میں عملاً قانون اور دفعات سے کام لیں مگر پرمیشر اُلٹی چال چلے اور کہے کہ میں یونہی لنگڑی لولی بنا کر سزا دیتا جاؤنگا اور اپنی راہ انادی طریق سے نہ ٹلونگا حتی کہ میری

حکایت ۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک (عطا چشم) آریہ لڑکا ہمارے ساتھ پڑھتا تھا وہ اکثر تناسخ کے متعلق بحث کیا کرتا تھا۔ اتفاقاً بدقسمتی سے یک چشم بھی تھا ایک دفعہ اس نے ہنسی سے میری ایک کتاب چھپالی۔ میں تاڑ گیا کہ اس نے ہنسی کی ہے۔ میں نے موقع پا کر کتاب لینے والے کو عام طور سے کہا کہ کسی شریر نے کتاب چھپالی ہے۔ باوجودیکہ پرمیشر بعض خبیثوں کو سخت ترین سزا دیتا ہے یعنی کسی کو اسکے گذشتہ کرموں کی پاداش میں اندھا کرتا ہے کسی کو یک چشم بناتا ہے کسی کو سیاہ فام بنا دیتا ہے لیکن باوجود ایسی سنگین سزاؤں کے پھر بھی وہ بے ایمانی سے باز نہیں

آتے آتے اتنے میں وہ نہائت کبیدہ خاطر ہو کر مجھ پر ناراض ہو گیا اور کتاب پھینک دی چونکہ اُستاد
کمرہ میں نہیں تھا میں نے کہا کہ اس خبیث ...... نے پہلے جنم میں بڑی ہی بد ذاتی اور ناپاک فسق و
فجور سے زندگی بسر کی ہے جس کی پاداش میں خدا نے باوجودیکہ آنکھ جیسی قیمتی نعمت عظمیٰ سے
اس آریہ کو محروم اور مورد غضب بنایا نجانے اس بدبخت کی بدبختی اور بدکاری کہانتک اسکی نوبت
پہونچادیگی اتنے میں ہیڈ ماسٹر کی طرف وہ رُخ کرنے لگا۔ لڑکوں نے اُسے روکنا چاہا لیکن
میں نے کہا کہ اس خبیث کو جانے دو جہاں جاتا ہے میں وہاں جا کر تناسخ کی قلعی کھولوں گا
اور کہوں گا کہ یہ ہمیشہ مجھ سے تناسخ کے متعلق بحث کرتا رہتا تھا۔ اب جب اسے کہا گیا کہ تو جو یک چشم
اور فلاں عیب والا ہے ضرور تو نے کوئی ایسا ناپاک کام کیا ہے کہ وہ اس سے کمتر نہ ہو گا کہ کوئی
آریہ سخت ترین بدکاری کا ارتکاب کرے۔ اب میں تم ہی سے پوچھتا ہوں کیا یہ سچ نہیں کہ اس نے
بمقتضا تناسخ کوئی ایسی ناپاک حرکت کی ہو جس کی سزا میں اس کو ساری عمر یک چشم رہنا پڑا۔
ہاں اگر اُس نے گذشتہ جنم میں کوئی ایسی بدکاری نہیں کی جس کا نتیجہ آنکھ کا ضائع ہو جانا ہو
تو بے شک میں آئندہ ایسے الفاظ اس کے حق میں بولنے سے دست بردار ہونگا لیکن جس
صورت میں یہ خود کہتا تھا اور اب بھی کہے گا کہ اندھا اور لولا ہونا کسی نہائت شرمناک فعل کے
ارتکاب سے اس کے حصہ میں آیا۔ تو پھر اسقدر رنج و خفگی چہ معنے دارد؟ اس کے بعد لڑکوں نے
اُسے چھوڑ دیا لیکن خاموش ہو کر آپ ہی بغیر شکائت کے آبیٹھا۔ میں نے سمجھا تھا کہ
وہاں ہیڈ ماسٹر کے پاس معاملہ پیش ہو گا تو لوگوں کو فائدہ ہو گا لیکن وہ مہاشہ ڈر گیا بہرحال
اس امر کی اطلاع ہر ایک کو ہو گئی اور اب پھر دوبارہ دُنیا کو ہو جاویگی اور کوئی نادان آریہ
تناسخ کے متعلق بحث نہ کرے گا۔ اور ویدک فلاسفی کو طشت از بام نہ کرائے گا۔

حکائت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے کسی آریہ ڈاکٹر سے نبض دکھانے کا اتفاق
ہُوا اُس نے کہا کہ تم نے فلاں چیز کے کھانے میں بدپرہیزی کی ہے میں نے کہا کہ کیا یہ سچ ہے
کہ درحقیقت چیز مذکور کے کھانے سے میری طبیعت ناساز ہو گئی؟ کیا کسی گذشتہ جنم کی سزا نہیں؟
اسپر وہ بہت کھسیانہ ہو کر بولے کہ شائد تم نے کوئی گناہ کیا ہو گا جس کی پاداش میں یہاں
آپ سے بدپرہیزی ہو گئی ہے پھر میں نے کہا کہ اگر درحقیقت گذشتہ جونوں کے اعمال قبیحہ کی سزا

اس دنیا میں دیجاتی ہے تو بہتر ہے کہ آپ اس پیشہ کو ترک کریں کیونکہ آپ اس سزا کو جو خدا کی طرف سے مجرم کو پہنچتی ہے اس کے مزاحم اور مخل ہیں گویا آپ پرمیشر کی عدالت میں فتور ڈالکر اُس کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ پرمیشر تو ہرگز دھیما نہوگا اور نہ ٹلیگا اور نہ باز آویگا جبتک کہ وہ اپنی بانگو پورا نکرلے پھر اگر آپنے جبراً اس کے ارادہ کو ٹالدیا اور سزا میں کمی کردی تو پھر آپکے ساتھ کیا سلوک ہوگا اگر یہ کہو کہ وقت معین پر ہی بیماری دور ہوتی ہے اس سے پہلے دوائی بھی کارگر نہیں ہوتی تو پھر پہلے ہی سے اس علاج اور تیمارداری سے سبکدوشی حاصل کرلیں اور تمام ہسپتال بند کر دیئے جاویں کیونکہ سزا و بزنگ بیماری پوری ہوکر رہے گی اور پرمیشر کی عدالت اسی حالت میں سلامت باکرامت رہے گی جبکہ تکلیف جو مقدر ہے انسان برداشت کرچکے گا پھر دوائی وغیرہ کرنے سے کیا حاصل؟ قصہ کوتاہ آریوں کی یہ عجیب عادت ہے کہ جب ایک بات پر عاجز ہو جاتے ہیں تو پھر دوسری بات شروع کردیتے ہیں۔ بہر حال ہماری یہی دعا ہے کہ خدا ان لوگوں کو ہدایت بخشے تا یہ ہماری کتاب پر انصاف اور عدل سے کام فرماکر استصواب حاصل کرلیں۔ اور کسی معمولی دھوتی پوش کو حق حاصل نہیں کہ اُن زبردست شہادتوں اور بیانات کی تردید کرنے بیٹھ جاوے۔ انصاف یہ ہے کہ جس قدرو منزلت کے عالم فاضل سنسکرت دان پروفیسروں کے بیانات سے ہمنے اپنے دلائل کو مضبوط کیا ہے ویسے ہی پایہ کے پروفیسروں کی دلیلیں اور بیانات قابل توجہ ہوں گے ورنہ محض گپ اور دھوکا دہی متصور ہوگی۔

اس بات کے بیان کرنے سے بھی یہ عاجز رہ نہیں سکتا کہ اکثر لوگوں کو اپنی چھٹپن کی غلط کاریوں اور بداستعمالیوں سے گوناگون بیماریاں اور کمزوریاں عمر بھر کے لئے لاحق ہو جاتی ہیں اور بعض کو کثرہ احتلام اور جریان وغیرہ امراض شدید جان کا وبال بنجاتی ہیں اور اُن کا ویرج جس میں بقول ویدک دھرم روح ہُوا کرتی ہے پھر وہ سب روحیں جو ہزاروں ہزار سال ہمیشوں خس و خاشاک کیطرح انسانی جامہ سے محروم ہوکر یوں ہی رائیگاں راندی جاتی ہیں آنہوں نے کونسا گناہ کیا تھا اور کونسی بدذاتی اور اخفا شہادت شراب زنا اور مال مردم خوریکا ارتکاب کیا اور کس نیوگ اور شرم و حیا سے استعفا دیا تھا کہ انہیں ایسی سزا ملی کہ کسی دشمن کو بھی نصیب نہ ہو۔ اگر بادشاہت اور دولت ثروت نہ ملے تو بلا سے۔ مگر یہ کس قدر تحکم اور ناکردہ گناہ کی سزا ہے

ہے کہ انہیں انسانی وجود میں اوتار لینے سے پہلے ہی نہیں بد ذاتی اور شرارت اور بے ایمانی کی قرار واقعی سزا دیدی جس کا علم اور اطلاع اسکی بلا کو بھی نہیں پھر وہ روحیں کس طرح اصلاح پذیر ہو سکیں گی؟ ہمیں کوئی صاحب بتلا دے کہ انہوں نے گذشتہ جنموں میں کون کونسی سیاہ کاریاں کی تھیں جنکی پاداش میں ان سے ایک سیکنڈ کیلئے بھی اس گلشن گلزار نو بہار کا ہر ایک لطف زندگی نہائت ظالمانہ طور سے غصب کر لیا گیا اور اُن کو کس طرح اور کونسے ذریعہ سے نصیحت آتی ہو گی کہ وہ خود اپنی سابقہ شرارتوں سے کنارہ کشی کریں۔

آریہ مسافر بابت دسمبر ۱۹۰۳ء میں درج ہے کہ بے شک سزا اس لئے دیجاتی ہے کہ اخلاق سنوریں اور آئندہ اعمال بد کرنے سے احتراز کریں۔ اسی طرح والدین اور استاد کا لڑکوں کو زدوکوب کرنا بغرض اصلاح ہوتا ہے نہ کہ عناد اور خصومت پر۔ اول ہم یہ کہتے ہیں کہ کروڑں سالوں سے آریوں کے مخالفوں نے زدوکوب سے آریہ ہندؤں کے آبا و اجداد کی روحوں اور اجسام کے دھرے اُڑا دیئے ہیں اور گذشتہ جنموں کی بداعمالی کی سخت سزا دی مگر اُسپر بھی اُنہوں نے کونسی اصلاح اور ملک مار لیا ہے اور اصلاح پذیر ہو کر دوسری قوموں پر کیا فضیلت حاصل کر لی ہے؟ یعنی ماریں کھا کھا کر لالہ جی لال ہو گئے مگر اتنے نہ ہوئے کہ نیک اعمال کی جزا میں دنیا کے راجہ مہاراجہ ہو جاتے۔ پھر عرض یہ ہے کہ والدین اور معلم جو لڑکوں کی گوشمالی کرتے ہیں وہ اُس وقت ہوتا ہے کہ لڑکے خوب جانتے ہیں کہ فلاں امر کے ارتکاب اور کوتاہی سے یہ زجر و توبیخ سرزد ہوئی ہے اس لئے شریفوں کے بچے اُن حرکات ناشائستہ سے باز رہتے ہیں جسکو ہر ایک دانشمند جانتا ہے لیکن کیا کسی نافہم اُستاد یا سوامی نے کسی کو اس لئے بھی سزا دی ہے کہ سات سَو پچاس سال کا عرصہ گذرا کہ تو نے بدبختی سے وید پستک کو پاؤں کے نیچے روندا تھا اس لئے تمہیں آج سزا دی جاتی ہے یا فلاں افعال بد میں غلطان تھا اس لئے سر درد اور مرض دق اور ہیضہ وبال جان ہُوا ہے۔ اگر ان باتوں کا علم نہیں تو اصلاح کی توقع کرنا خیال است محال است جنون ہے بعد از ان نامہ نگار عقل و فہم کو جواب دیکر یوں رقمطراز ہے کہ روحوں کو جو کروڑ در کروڑ جونوں اور کروڑوں سالوں تک سؤر گتے بلیوں کی جنموں میں سزا بھگتنی پڑتی ہے وہ بے جا سخت نہیں بلکہ انصاف بغرض اصلاح مدنظر ہی

اور نیز سب روحوں کو ہر حالت میں مایحتاج میسر ہے اور وہ اپنی اپنی حالت میں خوش ہیں۔ یہ
کس قدر صریح غلطی ہے سزا تو مل رہی ہے یعنی کسی کو دق کسیکو سل اور وبائی تپ دامنگیر
ہیں مگر پرمیشر کی انصافانہ کچہری سے اس امر کا پروانہ نافذ نہیں ہوا ہرگز نہیں ہوتا کہ فلاں شرارت کا
نتیجہ ہے اور نیز یہ بالکل سفید جھوٹ ہے کہ روحیں بوجہ مایحتاج میسر ہونے کے ہر حالت میں
خوش ہیں۔ کون کہ سکتا ہے کہ ہر حالت میں کروڑوں ہندو خوش وخرم ہیں اور کون کہہ سکتا
ہے کہ نجاست کا کیڑہ جو ایک آدھ گھنٹہ بھی عمر نہیں پانے پاتا اور مایحتاج سے ہاتھ دھو کر
تڑپ تڑپ کر جان دیتا ہے۔ بیشک اس کا تڑپ تڑپ کر جان دینا اس کی خوشی اور انند حالت پر
دال ہے؟ بریں عقل ودانش بباید گریست۔ بعد ازاں آریہ مسافر تحریر کرتا ہے کہ یہ غلط
اور نادرست ہے کہ گذشتہ جونوں کے اعمال بد کے معلوم ہونے سے لوگ روبا اصلاح ہو جاتے ہیں
کیونکہ بعض قیدی بھی بار بار جور وستم کی سزا بھگتنے کے بعد پھر بھی اعمال قبیحہ کی طرف عود
کرتے ہیں پس جس قدر یہ بیان حق اور راستی سے دور ہے اس سے آریوں کی راستی اور
ناراستی عیاں ہے ناظرین غور کریں اور آریہ صاحبان اپنی ماتا پتا پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر
تحریر کریں کہ اگر تعزیرات ہند کی دفعات اور مقررہ سزاؤں میں عبرت انگیز پھانسی اور عبور
دریائے شور کی جلاوطنی کے دکھ درد کو محسوس نکیا جاوے بلکہ ان امور کو ہر ایک گنڈے اور
ناخدا ترس ظالم وسفاک کے دل ودماغ سے دھو دیا جاوے اور اس کی تسلی کر دیجاوے
کہ جو مرضی ہے کر گزرو تمہیں کوئی کچھ نہ کہے گا تو چند ماہ کے اندر ہی سکھا شاہی کا بازار گرم
ہو کر آریہ مسافر میگزین کا دفتر اور گھر باہر چوروں اور ڈاکوؤں کی نذر ہو جاوے گا پھر یہ آپ کو
بخوبی سمجھ میں آوے گا کہ ہاں چوری ڈاکہ زنی اور نقب اور قتل ونہب کی خوفناک عبرت انگیز
سزاؤں اور دفعات تعزیرات ہند کے علم وعبرت نے کس طرح لاکھوں بدکاروں اور سیاہ کاروں کو
کروڑوں بد ذاتیوں اور شرارتوں سے ہم سبکو محفوظ کر رکھا ہے۔ کیا سزائیں اور قید اور
عام نظارہ گاہوں میں مجرمین کو سزا دلانے اور اعمال بد کے نتائج کے علم اور اطلاع سے
پبلک اور عام لوگ کروڑوں ناپاک گناہوں اور شرارتوں سے دستکش نہیں ہوتے؟
اگر نہیں ہوتے تو ایسی ہدایتیں لالہ دیانند جی اور منو جی کیوں یونہی تحریر کر گئے اور گورنمنٹ پنجاب وہند

کیوں ایسا کر رہی ہے بعد ازاں جب آریہ مسافر نے دیکھا کہ وال ہیں کچھ کالا ہے یعنی نہیں معلوم کہ آج سے ۲۰۰ برس پہلے میں کن سیاہ کاریوں میں گرفتار تھا تو پھر چپکے سے لکھ دیا کہ ہاں ایک طور سے دیکھا جاوے تو گذشتہ جونوں کے اعمال بد یاد بھی رہ جاتے ہیں کیونکہ بچہ پیدا ہو کر بلا تامل دودھ پینے لگتا ہے اور موت کا خوف بھی غالب رہتا ہے۔ واضح ہو کہ (۱) جب تمام بچے پیدا ہو کر ایک ہی طرح دودھ پینے لگجاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ سارے بچے اور بنی نوع انسان راجہ سے لے کر پرجا تک ایک ہی جنم سے مکتی پا کر انسانی قالب میں پناہ گزیں ہوتے ہیں۔ یعنی انہوں نے ایک ہی جانور کی طرز پرورش یاد رکھی ہے پھر اس سے یہ باطل ہوتا ہے کہ انسان مختلف جونوں سے سزایاب ہو کر انسان بنتے ہیں۔ پس لازم آیا کہ سارے ایک ہی حالت راحت وعیش و آرام میں زندگی بسر کریں نہ کہ امیر غریب اور لنگڑا اور پاہج الگ الگ حالت کے کاشف ہوں۔ یاد رہے کہ بعض جانور مٹی کھاتے ہیں مثلاً جونک سانپ وغیرہ وغیرہ پھر اُنکا انسانی جسم میں پیدا ہو کر مٹی کی خواہش کرنا کیوں غیر ممتنع ہوا یا (۲) یہ کہ موت سے خوف کرنا بھی کسی سابقہ بد عملی کی طرف یاد دہانی نہیں کرتا کیونکہ وہ صرف موت سے ہی نہیں ڈرتے بلکہ صدہا اور چیزیں ایسی بھی ہیں جنسے لوگ کوسوں بھاگتے ہیں کیا وہ سب گذشتہ اعمال بد کی طرف توجہ دلاتی ہیں؟ مثلاً بعض شریف خاندانی ہندنی عورتوں کو مرنا ہزار درجہ آسان تر ہے لیکن کسی بددین مُشٹنڈے نیوگی مرد سے اپنے دامنِ عفت اور ننگ و ناموس کو برباد اور تلف کرنا کسی صورت میں آسان اور جائز نہیں سمجھتیں چنانچہ ستی ہوتے کی قدیم رسم اس واقعہ پر دال ہے کیا اُن شریف استریوں کو پچھلے جنم یعنی گئے مُتے بلیوں کی عفت اور دھارمک لائف کا حافظہ دامنگیر ہو گیا ہے؟ اگر نہیں تو ماننا چاہیئے کہ صرف موت کا ڈر اس امر پر گواہ نہیں ہو سکتا کہ موت کا خوف گذشتہ جون کی ہستی پر دلیل ہے جو بالبداہت غلط اور بے دلیل ہے

چونکہ آریوں کا دل بار بار انہیں ملامت کرتا ہے کہ اجی تمہاری بلا کو بھی معلوم نہیں کہ دو ہزار برس پہلے تم کس جانور کے جنم میں مبتلا تھے اور نہ تمہیں معلوم ہے کہ کس نے تمہاری کھوپری پر لاٹھی مار کر تمہارا بھیجا نکال دیا تھا پھر یونہی کسی کے ذمہ کیوں عیب لگا رہے ہو کہ ہاں فلاں گدھے نے ظالمانہ حرکت کی ہو گی۔ واضح ہو کہ آخری عذر یہ بھی

پیش کر دیتے ہیں کہ قوت حافظہ وفا نہیں کر سکتی۔ ہم اس نامعقول قول پر اعتبار نہیں کرتے
اور نہ کسی نامعلوم لالہ چولہ رام یا پیڑہ رام کی زبان مستند ہے میں تو سوامی جی کے سر پر
داویلا کرتا ہوں جو ناحق جھوٹ لکھ گیا کہ روحوں کے ساتھ نہ صرف قوت حافظہ ساتھ
رہتی ہے بلکہ چوبیس طاقتیں برابر روح کے ساتھ ازل سے ہیں دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۱۳
پس اگر کسی کُتے کو آدمی بنکر اپنی بدکرداریوں اور شرارتوں کا علم نہیں رہا اور کسی گدھے کو
آدمی بنتے ہی لاکھوں لاٹھی سوٹنٹے اور خوفناک ڈنڈے فراموش ہو گئے ہیں۔ تو پھر
سوامی جی کے پیچھے پڑنا چاہیئے جس نے ستیارتھ پرکاش میں صاف لکھا ہے قوت حافظہ
برابر روح کے ساتھ رہتی ہے اگر سارے صدمات اور دُکھ اور فسادات اور لاٹھی اور
ڈنڈے فراموش ہو گئے ہیں تو نہایت افسوس ہے کہ سب کی قوت حافظہ کافور ہو گئی
فی الواقعہ اگر ایسی ہی بات ہے تو کیوں عذر تراشتے ہیں کہ ہاں کچھ کچھ حافظہ بھی رہتا
ہے کیونکہ موت کا خوف اور دودھ چوسنا پر جنم کی یادداشت پر مبنی ہے۔ کیا باقی سارے
کرتب ویدخوانی اور گشت وخون کے معرکے دریا بُرد ہو گئے پر کھانا پینا یاد رہا یہ
کونسی ویدک فلاسفی ہے اگر نیت بد نہیں ہے تو دوسری دلیل بھی کیوں پیش نہیں کر دیتے
کہ کُتا ڈنڈے سے اس لئے ڈرتا ہے کہ پُرانے جنم کی یادداشت ہے اور پیدا ہوتے
ہی بچہ اس لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور روتا ہے کہ پچھلے جنم کی تکالیف اور صدمات
اُسکی روح اور جسم پر حاوی ہوتے ہیں۔ اگر دودھ چوسنا بقول سوامی جی پچھلے جنم کی یادداشت
ہے تو پھر بچہ کا بذریعہ ناف خون حیض سے پرورش پانا کونسے جنم کی یادداشت ہے
ہاں یہ کہدینا آپ لوگوں کو سہل ہے کہ پچھلے جنم کی کارروائی یاد آ گئی ہو گی۔

ایک آریہ خیال والے مہاشا کی چٹھی جو سماج میں داخل نہیں

اے سروسکتیمان دیالو کرپالو ایشور! آپکے احسانات کا شمار کرنا حد قیاس سے باہر ہے لیکن
تاہم باادب گذارش ہے کہ نہیں معلوم کہ میں جب سے پیدا ہُوا ہوں یتیم بنا یا گیا ہوں اور اندھا اور

لنگڑا لولا پیدا ہوا تھا اور افلاس نے مجھ سے ایسی دوستی کی ہے کہ سایہ کیطرح میرے پیچھے لگا رہتا ہے اور بدبختی سے مجھے چوری کرنے کی بھی بچپن سے خبیث عادت پڑ گئی ہے اور اکثر میں موقع پاکر ایسا بھی کیا کرتا ہوں کہ جس کسی کے گھر میں بیٹھتا ہوں اور کچھ احسان محسوس کرتا ہوں تو حتی الامکان اُنکو بدی پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر مکان کو آگ لگانے کا موقع مل گیا تو زہے قسمت! زیادہ افسوس اس امر پر ہے کہ بوجہ نہ شادی ہونیکے کئی طرح کی غلط کاریوں اور سیاہ کاریوں میں گرفتار رہتا ہوں۔ اب میں بصد منت التماس کرتا ہوں کہ آپ کرپا کرکے میرے پچھلے جنم کے پاپوں کو معاف کریں اور اُنکی سزا سے مجھ بدقسمت کو سبکدوش کریں ورنہ وہ قصور بتائیں۔ ہاں اگر آپ یہ عذر کریں کہ آپکی عادت میں معافی دینا داخل نہیں اور نہ کبھی کسی ستمگار بیمار کو شفا دی ہے تو پھر میں کہوں گا کہ اگر آپ کا انصاف اور رحم جو ماتا پتا سے بڑھ کر ہے اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ پُرجنم کے پاپوں اور گناہوں کی سزا بہر کیف بلاکم وکاست ہر ایک بدکردار کو ملتی رہے تو عنایت کرکے آریہ ورت میں جو ہزاروں ہسپتال اور شفاخانے ہیں اُن سب کو مسمار کرنے کا حکم دیجئے کیونکہ ڈاکٹر و طبیب لوگ آپکے مجرموں کو آپکی زد سے بچانیکے لئے ہمہ تن مصروف ہیں اگر یہ کہو کہ ہسپتالوں میں جو بیمار شفا پاتے ہیں وہ اس دُنیا کی تازہ بداعمالیوں کی سزاؤں میں گرفتار ہوا کرتے ہیں تو بھی آنجناب کا یہ عذر معقول اور قابل سماعت نہیں۔ کیونکہ بہت سے بچے پیدا ہوتے ہی بیمار اور کھانسی زکام اور نزلہ وغیرہ امراض شدیدہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں چنانچہ جتنے معصوم بچے امراض شدیدہ کا شکار ہوکر راہی عالم بقا ہو جاتے ہیں اُتنے لچے اور گنڈے بدباطن جوان زناکار اور شراب خور ہلاک نہیں ہوا کرتے اگر اس میں کچھ شک گذرے تو بے شک اختیار ہے کہ رجسٹر اموات ذرہ ملاحظہ کرلیں۔ مگر بغیر نظر کلی اور حاوی کے یونہی تحکم سے کام لینا آپ کی شان بے نشان کے ہرگز شایاں نہیں اور نیز یہ بھی واضح رائے عالی ہو کہ میں بدقسمتی سے لڑکپن ہی میں بیمار رہتا تھا۔ مگر اب تک مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ مجھے کیوں اور کن جرائم سنگین پر یہ اندھا دھند سزائیں دی گئیں۔ آپ ذرہ انصاف کریں کہ مجھے کیا معلوم کہ بچپن میں کن پاپوں کے بدلے میں راندہ گیا۔ مجھے ابتک کوئی نصیحت ان

نہیں آئی اور نہ میں تمیز کر سکتا ہوں کہ پُر جنم کا فلاں امر فلاں سردردی اور نزلہ بخار کا باعث ہُوا تھا اگر آپ کا ارادہ بخیر ہے اور کوئی نہانی بدنیتی نہیں تو مجھے ازراہِ عنایت میری غلط کاریوں سے آگاہ کردیں۔ آپ کا اس میں کیا حرج ہے رحم کرو رحم کرو ....

.... میری جان کے پیچھے یونہی نہ پڑو میں جانتا ہوں کہ آپ کو بوجہ سرو شکتیمان ہونیکے کسی کا خوف اور ڈر دامنگیر نہیں مگر خود آپ کا عدل و انصاف اور بدیوں سے نفرت اور بیزاری تو ضرور اس امر کی مقتضی ہے کہ مجھ بدبخت کو آگاہ کردیا جاوے کہ فلاں امر نہ کرتا۔ اگر حضور یہ کہہ کر بات کو ٹال دیں کہ سردی گرمی اور نیکی بدی گذشتہ اعمال کا پھل اور نتیجہ نہیں تو بغیر نیچ اعمال کے یونہی کس طرح کوئی لنگڑا لولہ اور بدمعاش اور گنڈا ہوگیا تو اس کا جواب یہ ہے ساری سیاہی سفیدی اور لنگڑا لولہ پیدا ہونا بعض طبی اسباب اور بدپرہیزی پر مبنی ہے کہ پرانے جنم کی کرتوتوں پر۔ اور نیز میں یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ لالہ دیانندجی نے جو حضور کی کتاب سے استنباط کرکے یہ بے بہا نسخہ لکھدیا کہ پچاس سال کی عمر کے قریب جاکر شادی کرو اور ۱۰۰ سال کی عمر حاصل کرکے مرنا ورنہ نیچ قرار پاجاؤگے۔ اس کی بھی میں عقدہ کشائی کرانی چاہتا ہوں کیونکہ میں نے سوامی دیانندجی کو دیکھا کہ وہ بجائے ۴۸ سالہ برہمچریہ کے انسٹھ سال تک برہمچریہ میں رہے مگر وہ نہایت بوڑھے اور سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہوگئے کیا انہوں نے برہمچریہ (تجرد) کے قائم رکھنے میں عمداً غلطی کی ہے یا آپنے ہی کرپا کرکے اُنکی گذشتہ جنم کی بدکاری کی سزا دی۔ گستاخی معاف جو کچھ دل کے اندر حرکت پذیر ہوتا ہے اُسکو نیک ارادہ خیال کرکے حضور کی خدمت میں پیش کردیا آئندہ حضور مالک ہیں۔ آپ مانیں یا نہ مانیں۔ مگر جو کہیں۔ ایماناً کہیں۔

جواب از ایشور

واضح ہو کہ عرض حال سے اطلاع ہوئی پر مجھے تمہاری عقل و دانش پر افسوس آتا ہے کہ تو ناحق کے الزام میری ذات پر لگاتا ہے اور ان افتراء پردازیوں پر کوئی دلیل بھی نہیں

پیش کر سکا۔ ایماناً کہو کہ بعض بد عادتیں جو تجھے مدت العمر سے ذریعہ ضلالت پر ہلاکت میں سرگردان کر رہی ہیں کیا وہ میری طرف سے آئی ہوئی ہیں کیا تیرے پاس اس امر کی دلیل اور شہادت ہے اگر نہیں تو اپنے جھوٹ کو کھا جا۔ جب تو پیدا ہوا تھا کیا یہ بد عادتیں تیرے ساتھ آئی تھیں؟ اور کیا تجھے چوری کرنے کی عادت ازل سے دبال جان ہو رہی تھی۔ اگر نہیں تو پھر کیوں دیدہ دہانی سے کام لیا جاتا ہے۔ کیا تو ایام طفولیت میں آوارہ گرد اور بد معاش لوگوں کی صحبت میں نہیں رہا کرتا تھا اور لکھنے پڑھنے اور ہر ایک نیکی کے کام اور فرائض سے دل نہیں چراتا تھا حتی کہ اپنی قرب جوانی میں آکر اُن لوگوں کی کرم کرنے لگ گیا جن کے پاس تیری آمد و رفت تھی اور یہ جو تو الزام لگاتا ہے کہ میں نے پنر جنم کی شرارتوں پر تجھے پکڑا ہوا ہے یہ سراسر غلط ہے ایسا تو کوئی انسانی جج بھی نہیں کرتا کہ مجرم کو بغیر اطلاع جرم کے معذب اور معتوب کرے چہ جائیکہ میری نسبت یہ بدگمانی کیجاوے۔ میں ایماناً کہتا ہوں کہ آج سے دو سو برس پہلے تو کسی سوئر بھیڑیے کی جونوں میں ہرگز ہرگز حیران و پریشان نہیں تھا تو اتنا تو سمجھ کہ اگر تو نے پنر جنم میں اتنے ظلم و ستم برداشت کئے ہیں تو کیوں انسانی جامہ پہنتے ہی پہلے جنم کی سزائیں اور مار یں فراموش ہیں یعنی جب تو قبل از انسانی وجود ایک جسم سے نکل کر دوسرے جنم میں جھٹ پٹ پیدا ہو گیا تو کیوں اور کس طرح سب جانکاہ واقعات یکایک حافظے سے کافور ہو گئے۔ اور یہ جو گندہ دہانی تو نے کی ہے کہ اکثر بیمار پہلے جنم کی کرتوتوں سے دُکھی ہوا کرتے ہیں یہ بالکل دروغ بیفروغ اور سب مہاپرش اور رشی لوگ جانتے ہیں کہ جو کوئی بد پرہیزی کرتا ہے اُس کا پھل معاً دیکھ لیتا ہے۔ اگر کسی کے پنر جنم کے جسم نے بد پرہیزی کی تو اُس کی سزا انسانی جسم کو میں کیوں دینے لگا یعنی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ گناہ تو کوئی جسم کرے اور سزا دوسرے جسم کو دیجاوے یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور بچوں کو جو تکالیف اور امراض لاحق ہو جاتی ہیں وہ پچھلے جنم کی کرتوتوں کا پھل ہرگز نہیں وہ سب اس جگہ کی بدکرداریوں کا نتیجہ ہیں۔ اگر چھوٹے بچے جلد مر جاتے ہیں اور بیمار پڑ پڑ جاتے ہیں اُنکی ایسی ہی مثال ہے جیسے چھوٹا پودا اکثر آندھیوں اور بکریوں سے دُکھ درد اٹھاتا ہے اور اکثر پودے اسی طرح برباد ہو جایا کرتے ہیں پس یہ دُکھ درد باغبان یعنی مالک کی غفلت اور کم توجہی کا نتیجہ ہیں کہ گذشتہ اعمال

کے پھل اسی طرح بعض پتھروں کا حال ہے اگر راستے سے الگ ہوئے تو محفوظ رہے ورنہ انسانی استعمال میں آکر نابود ہو جاتے ہیں۔ یہ خیال اور نتیجہ بچوں کی تربیت اور تعلیم ہی پر منحصر ہے جتنی ان کی احتیاط ہوگی انکے اخلاق عادات اور بہبودی اور امن و آرام میں نمایاں فرق ہوگا۔ خبردار کہیں بھولے سے بھی یہ بدگمانی کر کے ہلاک نہ ہونا کہ پہلے جنم کے اعمال خود بخود مجھے ان اسباب تنعم تک پہنچا دیں گے جنکا مہیا کرنا از روئے انصاف ایزدی از بس لازمی ہے اور یہ بھی خیال خام نہ باندھ لینا کہ اگر میں نے ایسے کرم کئے ہوئے ہیں جنکے صلہ میں ٹھنڈا پانی پیونگا اور سردی میں گرم لباس کو پہن لونگا۔ لہذا ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤں اور مہیا اسباب کا نہ کروں۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ تجھے بغیر کئے روٹی اور پانی اڑ کر منہ میں پڑ جاوے گا ایں خیال است و محال است و جنوں۔ غرض اور بہت سے فضول نامعقول اعتراضات کا جواب ضروری نہیں کیونکہ یہ ساری باتیں اور مشکلات تناسخ ماننے پر وارد ہوتی ہیں۔ چونکہ تناسخ شروع سے ہی باطل ہے اس لئے سب اعتراضات فاسد ہیں۔ اتنا ہی سمجھ لو۔ کہ جن لوگوں نے تناسخ پر زیادہ زور ڈالا ہے اُنہی کو میں نے ہلاک اور برباد کر دیا ہے۔ اور تناسخ کے نہ ماننے والوں کی میں نے مدد کی کیونکہ وہ بوجہ نیک اعمال اور حسن عقیدت کے میری رعایت اور امداد کے مستحق تھے۔ دیکھو سوامی دیانند۔ لیکھرام۔ شنکر آچاریہ کا کیا حال ہوا۔ اگر یہ لوگ میری نظر میں یا میرے ارادوں کو پورا کرنے کے لئے بدل حاضر اور مستعد ہوئے تو پھر نہایت بے انصافی ہے کہ میں انہی کا گلا گھونٹ دوں پھر تو یہ ماننا پڑے گا کہ مخلوق کے ارادے میرے ارادوں پر غالب آگئے جو بالکل غلط اور خلاف واقعہ امر ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ جس صورت میں ہر ایک تنگی ترشی۔ غربت امارت سیاہی سفیدی گذشتہ جنموں کے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ اور بلا وجہ کوئی تفرقہ اور فرق ظہور پذیر نہیں ہوتا تو پھر ارواح میں جو ایکدوسری سے زمین و آسمان کا فرق ہے وہ کس وجہ اور کن اسباب سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ بعض اشخاص کی روح میں حسد بغض۔ خواہش۔ نفرت از حد ہوتی ہے اور بعض میں مقابلۃً حسد

اور کینہ عدم محض ہوتا ہے - اور سوامی جی لکھتے ہیں کہ قوت حافظہ - حواس خمسہ یعنی قوت شامہ - لامسہ - سامعہ - باصرہ - ذائقہ وغیرہ خواہش نفرت (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۱۳) انادی ہیں - جو بحالت مکتی بھی روحوں میں تھیں - اور ہر جون میں یہ قوتیں ساتھ رہتی ہیں٭ - بعض کا حافظہ کم اور بعض کا زیادہ ہوتا ہے اور بعض کو دولت جمع کرنے کی خواہش بہت ہوتی ہے - اور بعض میں ودّیا کا دھیان زیادہ ہوتا ہے سو جاننا چاہیئے کہ یہ تفرقہ جو ارواح کے حواس میں قدیم سے ہے وہ کن اعمال اور افعال سے ناشی ہُوا ہے اور مختلف آدمیوں کی طبیعتوں خاصیتوں اور گُنوں میں جو اختلاف عظیم ہے وہ کن بواعث سے پیدا ہُوا ہے - چونکہ بقول سوامی جی مہاراج روحوں کی خاصیتیں یعنی درشتی نرمی حسد بخل - رنج - غصّہ جو کم و بیش وجود پذیر ہیں وہ ازلی اور قدیمی ہیں جنکے وجود سے بعض لوگوں کو مغلوب الغضب ہو کر حاسدانہ اور غضب ناک کارروائیاں کرنی پڑتی ہیں اور بعض کو سفاک و ظالم لامحالا ہونا پڑتا ہے اور بعض کو دوسروں کے گھروں اور عزّت و شرف کو خاک میں ملانا پڑتا ہے - پس ان گناہوں اور دست درازیوں میں جو لوگوں سے وقوع میں آتی ہیں - اُن کے ارتکاب میں آدمیوں کا کیا قصور اور نقص ہے جیسے چیتے اور شیر کی گوشت خوری ہیں اُن جانوروں کو کیا دوش ہے جس جس روح میں جیسا جیسا گن اور بیج انادی ہے وُہی اُس سے نشو و نما پا کر ظہور پذیر ہوتا ہے یعنی جس کی روح اور طبیعت میں ازل سے ظُلم اور بے دردی اور سفاکانہ مواد ہیں وہ لامحالا کانٹے پیدا کرے گا - اور بے دردی اور جور و ستم اُس کے وجود سے ظاہر ہوں گے پس دیانند جی کا بھی خیال ہے کہ انادی خاصیتیں بعضوں کو چور اور ڈاکو بنا کر مفلس اور نادار بنا دیتی ہیں اور ہمیشہ ازلی گن ظاہر ہو رہے ہیں اور بعض لوگوں کی خاصیتیں جو بلا وجہ اعتدال پر مبنی ہیں اور ازل سے اعتدال اُن میں بقول سوامی جی پایا جاتا ہے وہ جور و ستم کی راہوں سے بچکر امن و آرام اور انند میں زندگی بسر کرتے ہیں اور امیر اور دولتمند ہو جاتے ہیں بلکہ جن کی روحوں میں ازل سے بعض قوتیں اور خاصیتیں کم و بیش اور اعتدال سے

٭ جیسا کہ ہر روز ہر جانور اور انسان میں مشاہدہ ہوتی ہیں - منہ

گری ہوئی ہیں وہ خواہ نخواہ اپنی قدرتی انادی اور قدیمی خاصیتوں کو خود بخود ظاہر
کرتی ہیں اور اعمال جونوں میں انتقال کرانے کے باعث نہیں ہیں اور ثابت ہُوا
کہ گذشتہ جونوں کے گناہوں کے نتائج ادنیٰ تریں جنموں میں پیدائش کے باعث
نہ ٹھہرے جیسے کیکر ہمیشہ کانٹے ہی پیدا کرتی ہے اور انگور ہمیشہ لذیذہ میوہ
ہی پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح نرم اور معتدل خاصیتوں والی روحیں دُنیا میں
نیک اور بھگت اور امیر کبیر ہو جاتی ہیں اور اُن کے برعکس لوگ برعکس اور
غیر معتدل خاصیتوں کا اظہار لنگڑے لولے اور غریب اور مفلس ہو کر ظاہر
کرتے ہیں پھر مختلف جونوں میں جنم لینا خاصیتوں اور گنوں کا نتیجہ ثابت ہُوا۔
نہ کہ اعمال نیک و بد اعلیٰ ادنیٰ جونوں میں انتقال کا باعث ٹھہرا۔ جس سے تناسخ
باطل ہُوا جاتا ہے۔ مگر علاوہ ازیں سوال یہ بھی ہے کہ اِن ارواح میں یہ عظیم الشان
تفرقہ کن وجوہ سے پیدا ہُوا ہے۔ اگر اِس تفرقہ اور اختلاف کا خواصِ روحانیہ میں
کوئی وجہ اور باعث نہیں یونہی بعض ارواح تند تیز اور غضبناک اور حاسد اور
بخیل ہیں تو ترجیح بلا مرجح جائز ہو کر تناسخ کا مسئلہ خود بخود طشت از بام ہو گیا اور آریہ
سماج کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی قصہ کوتاہ مذکورہ بالا مسئلہ کو ہم بالفاظ دیگر
یوں بیان کر سکتے ہیں کہ روحیں بقول سوامی جی مختلف گنوں پر مشتمل قدیم سے
ہیں جس طرح کیکر بادام اور گلاب کے بیجوں میں قدیم سے الگ الگ مختلف گن اور
خاصیتیں ہیں اُنہیں جب زمین میں بوئے گئے بادام کیکر گلاب اپنا اپنا گن خاصیتیں
کانٹے اور پھول ظاہر کریں گے ایسا نہیں ہو گا کہ ...... کیکر کے پتے بوجہ
گنہگار ہونے کے گلاب کو لگ جاویں گے اسی طرح روحوں کے گُن خاصیتیں
جو بقول سوامی جی قدیمی ازلی ہیں ہر ملک و ملّت میں اپنا اپنا گُن اور خاصیت کا
اظہار کر رہی ہیں نا کہ گذشتہ جونوں کے اعمال سے لُولے لنگڑے بن رہے ہیں۔
درختوں میں کمی بیشی اگر اعمال سے ہوئی ہے تو بھی جلسئے عُذر ہے۔ کیونکہ اگر
گلاب بنا درختوں کے لئے تب نصیب ہوتا ہے کہ وہ زہد اور تقویٰ طہارت میں

له حاشیہ۔ سرد ممالک مثل انگلینڈ فرانس میں زہریلے سانپ نہیں ہوتے اور آئرلینڈ میں مطلق نہیں۔ کیا وہاں ایسی بدکاریاں نہیں ہوتیں جن کا نتیجہ ......

سعی بلیغ کریں تو پھر کیا وجہ کہ بدبختی سے ہر ایک گلاب کو بدنما کانٹے لگے ہوئے ہیں کیا کوئی گلاب ایسا بھگت اور سوامی نہیں گذرا کہ کانٹوں کی لعنت سے اُسکو رستگاری حاصل ہو اگر گلابوں کا اعلیٰ اور فرخندہ حالت میں رہنا اُن کے اپنے اعمال پر موقوف ہے تو پھر باغبان کی ہا قاعدہ آبپاشی پر ہی اُس کا انحصار اور قسمت کا فیصلہ کیوں محدود کر رکھا ہے کیا کوئی گلاب کا درخت مالی کی تربیت سے مستغنی ہو کر بغیر پانی اور نرم زمین کے یونہی اپنے اعمال کے ذریعہ سے تروتازگی کے ساتھ لہلہاتا ہے اگر نہیں لہلہاتا ہے اور سوکھکر اپنے گذشتہ جونوں کے اعمال کو بھسم کر لیتا ہے تو بھی اُسکی دلیل ہونی چاہیئے۔ مسئلہ تناسخ ایک اور پہلو سے بھی آریہ سماج پر حملہ کرتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ جب آریہ لوگ مکتی خانہ میں چلے جاویں گے تب بھی بدی کا بیج اُن میں باقی رہیگا۔ جس کے باعث وہ پھر سُرگ (بہشت) سے باہر نکالے جاویں گے۔ اب اِس پر ایک تو یہ اعتراض ہے کہ آریوں میں کوئی بھی بیگناہ نہیں بلکہ ہر ایک پاپی اور گنہگار ہے جسمیں بدی ابد تک رہیگی حتیٰ کہ بہشت میں بھی اُن کا پیچھا نہ چھوڑے گی۔ اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب وہ یک لخت بہشت سے نکالے جاویں گے تو سب یکساں حالت میں ہوں گے۔ اگر وہ ایک ہی طرح کی ارواح ہونگی چاہیے کہ اُن کے عدل و انصاف سے راحت بھوگنے کے بعد جنت سے نکلنا ہوگا یعنی بعد خروج جنت سے بحیثیت تخم بدی کے اُن سب میں برابری اور مساوات ہوگی تو اُن سب کو ایک ہی جون اور جنم میں پیدا ہونا لازمی ہے ورنہ انصاف اور عدل کا خون ہو جاویگا۔ یعنی اگر اُن سب کا شیر یا چیتے بننا باقی ماندہ بدی کے بیج کا اظہار اور نشو و نما مقدر ہے تو پھر اور جانور اور بھیڑیئے کتے وغیرہ کون بنے گا اور اُنکی خوراک کیلئے کن روحوں کو ادنےٰ جانوروں کا جامہ پہننا ہوگا اگر کہو کہ بعض روحوں کی طبیعت سبھا اور خُو میں کُتا اور شودر اور کنگال بننا ہی مرکوز ہے اور اُنکی خواص چوہوں اور کیڑوں کی جونمیں ہی انتقال کرینگی کیونکہ تقاضا اور خواہش انادی اور قدیمی ہے اور کسی کرتوت اور کرموں کا نتیجہ نہیں تو تناسخ کا ڈھکوسلہ یونہی رائگاں گیا۔ یعنی بلا وجہ اور بغیر گناہ کے کوئی چوہا بن گیا اور کوئی سانپ کا اوتار لے بیٹھا ہاں اگر یہ

کہا جاوے کہ امیری غریبی اور تنگی ترشی اور اختلاف کی وجہ تو معلوم نہیں پھر محض عدم
دلیل سے اُن کے بواعث اور علل باطل نہیں ہوسکتے پھر ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں
کہ زید کا مُرغا ضرور کوئی مہاتما پنڈت ہوگا جو اِس جون میں انتقال کر آیا ہے اور فلاں
طوطا ضرور کوئی بھگت اور چار سو سال کی عمر پانے والا پکّا آریہ ہوگا اور شودر آریہ نہ ہوگا۔
کیونکہ عدم دلیل اور عدم علم سے عدم شَے لازم نہیں آتی اسی طرح اور ادنیٰ ترین
کیڑے مکوڑے بھی مہاتما پنڈتوں کے خاندانوں کی طرف منسوب ہوسکتے ہیں اور
کوئی کہہ نہیں سکتا کہ فلاں کتّا فلاں آریہ کا باپ یا چچا نہیں۔ کیونکہ بقول آریہ صاحبان
جس طرح افلاس اور امارت کے اسباب نہ معلوم ہونے سے گذشتہ جونوں کے اعمال
باطل اور عدم محض قرار نہیں دیئے جاسکتے اسی طرح بعض اسباب کا علم نہ ہونے سے
یہ کہنا بھی دعویٰ بلا دلیل ہے کہ فلاں کوّا یا بندر فلاں پیر مرد کا باوا نہیں ہے یا
فلاں کبوتری اُس کی رشتہ دار والدہ ماجدہ نہیں جس کے ساتھ...... نکاح یا نیوگ
حسب فرمودہ وید ممنوع اور حرام قطعی ہے۔

اگرچہ تناسخ کی تردید میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور جواب میں کسی مہاشا نے
اتنا بھی ثبوت نہ دیا کہ آج سے دو ہزار سال پہلے وہ کس کس جون یا جنم میں اپنی بدکرداریوں کی
سزا میں گرفتار تھا تاکہ آئندہ اُن کرتوتوں سے خود پرہیز کرے اور دوسروں
کے آگے آبدیدہ ہوکر اور رو رو کر اپنی گذشتہ غلط کاریوں کے نتائج بد سے لوگوں کو
آگاہ کرے۔ مگر پھر بھی آخری فیصلہ کی تحریر بعض متعصب کورباطنوں کی سرکوبی
کے لیئے ازبس ضروری ہے تاکہ کوئی مہاشا اُمور مشہودہ محسوسہ کو دیکھ کر آج
سے دو ہزار برس پہلے کی اپنی حرکات ناشائستہ پر خواہ نخواہ نہ روئے اور مفت واویلا نہ مچائے

تناسخ پر ایک خوفناک حربہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے ایک آریوں کے مجمع میں تناسخ پر بحث کرنی پڑی۔ آریوں نے

سوال کیا کہ اگر لنگڑ لولا اور اندھا پیدا ہونا گذشتہ اعمال کی سزا نہیں تو پھر یہ صریح بے انصافی کیوں پرمیشر کی طرف منسوب کیجاتی ہے کہ وہ بلا وجہ کسی کو اندھا لنگڑا لولا پیدا کر دیتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ دیکھو تمہارے گانوں میں ایک مادر زاد اندھا ہے اور وہ سب سے بڑا یا دوسرا بھائی ہے۔ اُس آریہ نے کہا کہ ہاں ہمارے گانوں میں درحقیقت ایک بڑا بھائی مادر زاد اندھا ہے پھر مَیں نے دوسرے آریہ مہاشے سے کہا کہ آپ کی گلی میں ایک شخص ہے جو اپنے بھائیوں سے بڑا ہے اور وہ ضرور لنگڑا یا لولا ہوگا اُس نے کہا کہ ہاں ہماری گلی میں بڑا بھائی لنگڑا ہے اسی طرح چار پانچ آدمیوں نے صفائی سے گواہی دی کہ جہانتک دیکھنے میں آیا ہے اکثر بڑے بھائی بھینیں مادر زاد اندھی کانی لنگڑی ہُوا کرتی ہیں پھر اُنہوں نے مجھسے پوچھا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہُوا کہ ہماری گلی یا گانوں میں صرف بڑی بھائی ہی لنگڑے لولے ہیں مَیں نے کہا کہ ہمیں خدا نے ایک فراست اور عقل دی ہے جس سے اسباب دریافت امور کا پتہ لگ جاتا ہے۔ آخر اُن کے اصرار پر مَیں نے اِس امر کی عقدہ کشائی کر دی کہ یہ بات بالکل بے بُنیاد اور نرا ڈھکوسلہ یا گپوڑا ہے کہ یونہی کسی لنگڑے یا لولے مہاشہ پر بدظنی کریں کہ اُس نے گذشتہ جنم میں کسی فعل شنیع کا ارتکاب کیا ہوگا جس کی پاداش میں بقول آریہ سماج آج وہ لنگڑا لولا ہو گیا ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جب دولہا اور دُلہن کا بیاہ ہوتا ہے تو دونو کے قوائے شہوانی مضبوط اور موجزن ہوتے ہیں سو جب حمل ہو جاتا ہے اور وضع حمل میں چند روز رہ جاتے ہیں پھر بھی وہ کوتاہ اندیشی اور ناتجربہ کاری اور بدپرہیزی کی وجہ سے جماع سے پرہیز نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صحبت کرنے میں بچہ کو ضرب پہنچ جاتی ہے پھر وہ بچہ عمر بھر کے لئے لنگڑا لولا ہو جاتا ہے۔ پس اکثر لنگڑے لولے جو مادر زاد ہوتے ہیں اُن میں سے نوے فی صدی بڑے بھائی یا بھینیں اندھی لنگڑی ہوتی ہیں ایسا بہت ہی کم اور شاذ کیطور پر ہوتا ہے کہ سب سے چھوٹا بھائی یا بہین لنگڑی لولی پیدا ہوئی ہوں

اس امر کی تصریح کے لئے ہر ایک اپنے اپنے گاؤں اور شہر میں بکثرت نظیریں دیکھ سکتا ہے اور مشاہدہ کر سکتا ہے۔ راجہ رنجیت سنگھ صاحب اور امیر تیمور ؒ بھی بڑے بھائی تھے یہ دونوں بڑی مثالیں اور نظیریں ہیں جنکو ہر کس وناکس جانتا ہے۔

پس مندرجہ بالا بیان سے یہ امر بالکل قطعی طور سے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ لنگڑا لولا ہونا والدین کی بد پرہیزی اور بے احتیاطی کا نتیجہ ہے نہ گذشتہ جنموں کی کرتوتوں کا پھل اور نتیجہ ہے۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ بچے کا کیا گناہ کہ اُس بیچارے کو ناکردہ گناہ کے بدلے اندھا اور لولا کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اُس باپ یا ماں نے بچے پر ظلم کیا جس کا وہ دیندار اور جوابدہ ہوگا جیسے اگر زید کسی معصوم بچے کا گلا گھونٹ دے تو پھر وہ یہاں یا آخرت میں سزا کا مستحق ہوگا۔ یعنی جس طرح معصوم بچے کا کوئی قصور نہیں بلکہ ظالم وسفاک گلا گھونٹنے والے کا گناہ ہے اسی طرح بیرحم وبیداد نہ پرواہ کرنیوالے باپ کا ہی قصور ہے جس کی عدم احتیاط سے بچہ پر ظلم ہوا۔ پس جس طرح دنیا میں لوگ اپنے صدمات سے لنگڑے لولے اور اندھے وغیرہ ہو جاتے ہیں اور ان امور کے بواعث اور علل ہر ایک کو معلوم ہیں اسی طرح مادرزاد اندھے لولے وغیرہ کا ناقص الخلقت پیدا ہونا بھی بعض اسباب اور بواعث مشہودہ محسوسہ کا نتائج اور پھل ہیں جس سے کوئی نیک نیّت ذیعقل مرد انکار نہیں کر سکتا۔ اور ڈاکٹر لوگ اس امر کے گواہ اور شاہد ہیں پس ساری دنیا کو کوئی مہاشہ اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھکر دھوکا نہیں دے سکتا۔ اور ڈاکٹر اس امر پر متفق ہیں کہ لنگڑے لولے اور اندھے پیدا ہونیکے بواعث دماغی اسباب اور اعصاب اور موروثی تاثیرات پر مبنی ہیں +

حاشیہ ۱ — اکثر لوگ اس امر کے گواہ ہیں کہ قرب وضع حمل میں بد پرہیزی اور ناعاقبت اندیشی سے کئی بچے صدمات شدیدہ سے مرجاتے ہیں اور مردہ ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات عورتوں کی ناتجربہ کاری سے اسقاط حمل ہو جایا کرتا ہے اور بچے پر لنگڑا لولا ہونے سے بڑھکر مصیبت آتی ہے کہ وہ بیچارہ انسانی قالب میں چندروز بھی لطف زندگی سے بہرور نہ ہو سکا تو پھر کیا یہ اُس کا ان تھک نیستا اور معصوم بچے کی بدفعلی اور غلط کاری کا نتیجہ ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں منہ

بھلا اگر ساری دنیا کے ڈاکٹر اور صدہا مشاہدات غلطی پر ہیں اور تمہاری آنکھیں غلطی سے اکثر بڑے بھائیوں کو اپاہج لنگڑے لولے دیکھتی ہیں تو پھر ایسی آنکھوں کا علاج کروانا چاہیئے۔ اتنا ہی انسان سوچے کہ بڑے بھائیوں کا اسّی نوّے فی صدی مادرزاد لنگڑا لولا پیدا ہونا اور سب سے چھوٹے بھائیوں کا والدین کی بڑھاپے اور اعضا کی کمزوری میں پیدا ہو کر صحیح وسالم جنم لینا تناسخ کا بخیہ ادھیڑتا ہے یا نہیں؟ اب بھی اگر کوئی یہ کہے کہ کسی مہاشہ نے گذشتہ ساتویں جنم میں کوئی نالائق حرکت کی ہوگی جس کی وجہ سے وہ شکم مادر میں لنگڑا ہو گیا۔ وہ دیدہ دانستہ جادہ راستی سے انحراف اور ارتداد کر کے کفر اور انکار میں ترقی کرتا ہے اور آنکھوں کی گواہی اور زبانوں اور تجربات کی شہادت حقہ پر پانی پھیرتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تیسرا یا چوتھا بیٹا کبھی بھی لنگڑا لولا نہیں ہوتا کیونکہ بدپرہیزی صرف جوانی ہی میں محدود نہیں بلکہ بعض اوقات بعد میں بھی ہو سکتی ہے۔ مگر بہت کم۔ مثلاً کونین کے استعمال سے اسّی یا نوّے فی صدی اشخاص کا بخار ٹوٹ جاتا ہے لیکن ایسا نہیں کہ سب کا بخار ٹوٹ جاوے۔ سو جس طرح کونین کی تاثیر کو سو اشخاص میں سے دو چار مواقع پر خطا جانے سے معطل اور بے کار تصور کر کے ادویات مستعملہ سے خارج نہیں کیا جاتا اُسی طرح دو چار ادنےٰ ترین بھائیوں کا لنگڑا لولا پیدا ہونے سے اسباب طبیہ اور امور مشہودہ محسوسہ سے انکار کر کے تناسخ ثابت نہیں ہو سکتا اگر دو چار اشخاص کی نظیر سے تناسخ ثابت ہو سکتا ہے تو بذریعہ کونین دو چار اشخاص کے بخار نہ ٹوٹنے سے کونین کو ادویات مستعملہ سے خارج کر دیں۔ اور ہندوستان میں ایسی لغو دوا کو آنے کی اجازت نہ دیں ورنہ تناسخ کا بیہودہ مسئلہ ترک کریں یہ محض بیہودگی اور ظنی بات ہے کہ شائد فلاں شخص نے کوئی گناہ کیا ہوگا۔ اجی شائد اور لفظ ہوگا بھی کبھی دلیل کا کام دے سکتے ہیں۔ حیف ہے ایسی عقل و دانش پر۔

آخری عذر آریوں کی طرف سے یہ ہوا کرتا ہے کہ جس طرح ہم بعض انسانوں کو بیمار اور مفلس دیکھتے ہیں اور دیکھنے والا اگر انکی بیماری اور مفلسی کے اسباب کو

نہیں جانتا تاہم اتنا تو اُس کو ماننا پڑتا ہے کہ افلاس اور امراض بعض غلط کاریوں اور گناہوں کا نتیجہ ہی ہونگی۔ اسی طرح بعض انسانوں کا غریب کمزور لنگڑا لولا[1] پیدا ہونا بھی گذشتہ جنم کا ہی پھل ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح تم کہتے ہو کہ فلاں شخص کسی بد پرہیزی سے بخار میں مبتلا ہُوا ہے اور فلاں غفلت اور آوارہ گردی کی وجہ سے مفلس ہو گیا ہے تو پھر یہ کیوں نہیں مان لیا جاتا کہ فلاں کمزور اور ضعیف انسان کا بچہ فطرتاً و لازماً کمزور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اکثر بلکہ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ انسان جو تخم ریزی کرتے ہیں اعلیٰ درجہ کا بیج اور تخم کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے اگر ایسا نہ کریں تو لامحالہ زراعت ناقص پیدا ہوتی ہے علاوہ ازیں اعلیٰ درجہ کے گھوڑے اور گدھے پیدا کرنے کے اعلیٰ درجہ کے عربی نسل والے گھوڑے اور گدھے پالے جاتے ہیں تاکہ مُلک میں اعلیٰ درجے کے مضبوط اور توانا گھوڑے اور گدھے باربرداری کا کام سرانجام کریں جیسا کہ گورنمنٹ ہند کر رہی ہے اور ہزاروں لاکھوں روپیہ اس کام میں صرف ہوتے ہیں۔ کیا خوب ہو اگر کوئی مہاشہ یا سوامی ایسا نسخہ ویدک پستک سے نکالکر گورنمنٹ ہند کے پیش کرے کہ اُس پر عملدرآمد کرنے سے اعلیٰ درجہ کے گھوڑے اور گدھے پیدا ہُوا کریں امید ہے کہ کوئی صاحب اِس کارِ خیر میں ضرور حصّہ لے گا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ جس حالت میں گھوڑے بننا گمراہ اور ناپاک اعمال خبیثہ کا نتیجہ ہے تو پھر اعلیٰ درجہ کے گھوڑے پیدا کرنے کی خاطر ہزاروں انسانوں کو بدکاری رشوت ستانی۔ مال مردم خوری میں مبتلا کرنا پڑے گا کہ انسانی صفات اور اوصاف حسنہ سے نکلکر پورے پورے گدھے اور

حاشیہ[1] پنجاب میں بہت کم لوگ ہوں گے جنہیں یہ کبھی سننے میں نہ آیا ہوگا کہ بوجہ بے احتیاطی اور بعض غلطیوں کے اسقاط حمل ہو جایا کرتا ہے اور بچہ لنگڑے لولے انسان سے بھی بدرجہا گری ہوئی اور ناقص حالت میں ہوتا ہے پس اس مرض کا علاج اور احتیاط آریہ ڈاکٹروں کے نزدیک بھی طبی اسباب پر منحصر ہے اور کسی ڈاکٹر نے ابتک یہ نہیں کہا کہ اس بچہ نے کوئی شرمناک فعل کا ارتکاب کیا تھا اس لئے اپنی انسانیت کی نعمتوں کو ضبط کر بیٹھا ہے۔ مگر افسوس کہ اسکی ماں نے کونسی جون میں فعل بد کیا تھا

گھوڑے بننے کے قابل ہو جاویں۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ بعض انسانوں کو دوسرے انسانوں کے خون میں ہاتھ رنگنے سے باز رکھیں اور بذریعہ تناسخ کُشت وخون سے صفحہ ہستی کو ناپاک نہ کریں۔ چند لاکھ روپوؤں کا نقصان دربارہ پرورش اسپان عربی نسل اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ انسانوں کو ایکدوسرے کے گلے میں ڈالا جاوے تاکہ خدا کی خدائی بحال رہے اور نیک اور بھگت آریوں کے لئے جنہوں نے چارسو سال کی عمر پائی ہے اُن کے آرام کے لئے گھوڑے خچر خبیث اور بدمعاش لوگوں کی روحوں سے طیار کئے جاویں اور بعض کو صرف اس لئے خبیث بنایا جاوے تاکہ مخلص آریوں کے لئے راحت اور تنعم کے اسباب مہیّا ہو جاویں۔

تعجب تو یہ ہے کہ کمزور اور ناقص بیج سے ناقص پرند چرند کوّا طوطا اور درخت وغیرہ بنتے ہیں۔ پھر جب دیکھتے ہیں کہ کمزور اور بڈھے آدمی کا بیٹا بھی اُس کے عالم شباب کے بیٹے کی طرح قوی چُست وچالاک نہیں ہوتا تو آنکھیں بند کر کے کہتے ہیں کہ گذشتہ جنم کا پھل ہوگا۔

ایک آریہ سے استفسار

ایک آریہ سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہُوا ہے۔ مَیں نے کہا کہ آریہ بننے سے کیا فائدہ ہے۔ جہاں تک مَیں خیال کرتا ہوں آریہ بننے سے کوئی نیک نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی نیک اوصاف سے موصوف اور بدکاری نفور ہے وہ بہرحال دُنیا میں خوش وخرم اور مظفر ومنصور ہوتا ہے اور جو کوئی مُلک و دولت اور آرائش اور آسودگی کے لئے ہمہ تن کوشاں ہے وہ بہرحال بقول آریہ سماج اپنے کرموں کے پھل کو اس جگہ اور آئندہ بہتر جون میں جانے کا قطعی طور سے مستحق اور حقدار ہے چنانچہ جو کوئی زنا اور شراب نوشی اور سُستی غفلت کاہلی سے کنارہ کش ہوکر

نیکی اور دیانت میں کوشش کرتا ہے اور خداداد وسائل اور قویٰ سے باقاعدہ
کام لیتا ہے وہ اس جہان میں خوش اور آسودہ حال ہوگا اور بقول آریہ سماج
راجا ہو جاوے گا جس طرح اہل یورپ دنیوی امور میں ہر ایک مناسب طریق سے
عقل و فکر کو کام فرما کر موجودہ ترقی کے معراج کو پراپت ہوتے ہیں اسی طرح ہر ایک
مسلمان ہندو چینی اور عیسائی اپنے اپنے اعمال اور اقوال سے ایک خاص آرام اور ترقی کو
پاسکتا ہے اور راجہ بن سکتا ہے بلکہ موجودہ آریوں میں یہ آرام اور آسودگی نہیں پائی
جاتی جو دوسری قوموں میں پائی جاتی ہے۔ اگر کہو کہ آریہ کو مکتی حاصل ہوتی ہے اور
اس دنیا سے مکتی پاکر سُرگ میں داخل ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگ داخل نہیں ہوسکتے
تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر آج کوئی اعلیٰ درجہ کا آریہ ہو کر مکتی پانے کے قریب پہنچے تو اُسے ہرگز
مکتی خانہ میں جانے کی اجازت نہیں بلکہ اُس کو پھر کسی راجہ کی جون میں ڈالا جاتا ہے پھر وہ چند
روزہ راجاؤں کے محل میں عیش و آرام سے متمتع ہو کر پھر ادنیٰ ترین جونوں میں عود
کر آتا ہے اسی طرح غیر قومیں بھی نیک اعمال سے بادشاہ بنجایا کرتی ہیں پھر آریوں
کی طرح بقول سوامی جی وہ بھی چند روزہ آرام اور زندگی کے لُطف اُٹھا کر ادنیٰ ترین
حیوانوں میں اوتار لیتے ہیں۔ یعنی جس طرح اور لوگ دنیا میں نیک اعمال سے فائدہ
اُٹھاتے ہیں اسی طرح آریہ مہاشے بھی چند روز تعلیم سے بہرور ہوتے ہیں اگر مکتی کی
بات پوچھو تو عرض یہ ہے کہ مہاں پرلے (قیامت) کے وقت یک لخت تمام نیکوں
اور بدوں کو مکتی حاصل ہو جاوے گی۔ بلکہ نیکوں کو جو لاکھوں سال پہلے بہشت میں
داخل ہونے کے حقدار ہو چکے تھے انہیں خواہ مخواہ دنیا کی حوالات میں اواگون کے چکر میں
لا لا کر راجہ وغیرہ کی جونوں میں سرگردان کر رکھا ہے یعنی جنہوں نے مکتی کی ڈگری حاصل
کرلی تھی اُنہیں مکتی خانہ یعنی سُرگ کی نعمتوں سے محروم رکھا پس جب تک مہاں پرلے
کے وقت تمام کو نجات دینے کا وقت نہ آویگا کسی مہاتما کو بھی سُرگ میں جانے کا
ٹکٹ نہ ملیگا۔ بلکہ طرح طرح کی جونوں میں غلطاں ہوتا رہے گا۔ مگر حق یہ ہے کہ جب کوئی
حقدار ڈگری حاصل کرلے اُسی وقت اُس کو اُس کی محنت کی مزدوری